مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

VOL.No.4	اگست، ستمبر ۲۰۰۹ء (Aug.Sep,2009) شعبان، رمضان ۱۴۳۰ھ	Issue.No.6,7

زیر سرپرستی

مفکر ملت حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ”نقوش اسلام“ مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ ....۱۰ روپے
سالانہ ....۱۰۰ روپے
خصوصی ....۳۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

منیجر توسیع واشاعت : قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

E:\Photo Darul Uloom\Album DU\Tif Files\A017.TIF
Uloom\Album DU\Tif Files\A003.TIF not found.
E:\Photo Darul Uloom\Album DU\Tif Files\A017.TIF

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
ہندوستان تباہی کے دہانے پر	محمد مسعود عزیزی ندوی	
دوائے دل		۵
ملفوظات حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	مولانا سید رشید احمد ندوی	
ندائے سفہاء		۷
ہم جنسی پرستی فطرت سے بغاوت	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی	
اصلاحیات		۱۲
چندہ لینے، دینے کے آداب واصول	محمد مسعود عزیزی ندوی	
سفرنامہ		۲۰
کھارا پانی سے کالا پانی تک............	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	
تاریخ آزادئ ہند		۲۴
جنگ آزادی میں ندوۃ العلماء کا کردار	مولانا عبدالوکیل ندوی	
مسائل وفقہ		۲۷
امامت کے مسائل اوراحکام	محمد مسعود عزیزی ندوی	
جائزہ		۳۲
زبان وادب اوراردو پس منظر	مولانا افتخار احمد سمستی پوری، اکل کوا	
تجزیہ		۳۸
انیس چشتی صاحب کا پیش کردہ مضمون......	مولانا محمد نفیس خان ندوی	
فضائل		۴۳
اعتکاف فضیلت اوراحکام	مفتی احسان عبدالحق ندوی	
حقائق		۴۶
اسلام اور جہاد	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۵۱
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات		۵۳
آپ کی رائے	(ادارہ)	
حالات حاضرہ		۵۴
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	
کوائف مرکز		۵۵
مختصر تعارف مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد	(ادارہ)	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)............	۳۰۰۰
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی	....	۶۰۰
¼ صفحہ //	....	۴۰۰

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰/روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔(ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

ہندوستان تباہی کے دھانے پر

محمد مسعود عزیزی ندوی

۞ ہندوستان کو حالی نے اکال الامم کہا ہے، یہاں کی تہذیبیں، یہاں کے رسوم ورواج، یہاں کا طرز زندگی، یہاں کے لوگوں کے اطوار واخلاق سب مختلف ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ ملک تہذیبوں اور زبانوں کا گڑھ ہے، اس ملک کا تعلق ہمیشہ تہذیب سے، ثقافت سے، تمدن سے اور مذہب سے رہا ہے، یہاں کا مزاج مذہبی ہے، یہاں ہمیشہ مفسد اخلاق چیزوں کو برا سمجھا گیا ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا انسان، سب سے پہلا پیغمبر اسی سرزمین پر اترا ہے، اس لیے تاریخی اور تخلیق انسانی کے اعتبار سے بھی ہندوستان مذہبی ہے اور پہلے دن سے ہی اس کا تعلق آسمانی وحی اور اشوروانی سے ہے، اور دنیا والوں کی نظر میں اس کی حیثیت رہی ہے، لیکن اس ٹیکنالوجی کے دور میں اور زمانے کی تیز رفتاری کے شڈول میں ہندوستان دنیا کے ترقی پذیر ملکوں سے ترقی کر کے ترقی یافتہ ملکوں کی صفوں میں جانے کے لیے کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اس کو تباہی کے دھانے پر پہنچانے کے لیے کچھ نام نہاد دانشوران قوم اور سیاست کے ٹھیکیداروں نے اور فطرت سے بغاوت کرنیوالوں نے اندھا دھند فائرنگ اور کوشش شروع کردی جس کو دیکھ کر اور سن کر مہذب ومتمدن اور مذہبی لوگوں کے منھ کھلے کے کھلے رہ گئے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف سے پانی وپتھر برسنے کے لیے، زمین سے آگ کے لاوے ابلنے اور شعلے بھڑکنے کے لیے پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔

۞ ہوا یہ کہ ۲/جولائی ۲۰۰۹ کو دہلی ہائی کورٹ کے دو خبط الحواس ججوں نے فطرت کے خلاف بغاوت کرنے کا اعلان کردیا، انہوں نے تعزیرات ہند کی ۱۵۰/سالہ قدیم دفعہ ۳۷۷/کا دائرہ محدود کرتے ہوئے قوم لوط کے عمل کو آپسی رضامندی کے ساتھ جائز قرار دے کر ہم جنس پرستی کی قانونی طور پر اجازت دیدی، ان لا مذہب لوگوں نے (ان ججوں کو اس لیے لا مذہب کہا ہے کیونکہ کسی بھی مذہب میں یہ عمل جائز نہیں ہے) ہم جنس پرستی کو جرم ماننے کو دفعہ ۲۱/کی خلاف ورزی قرار دیا ہے، جس دفعہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے طور پر زندگی گزارنے کا مساوی موقع ملنا چاہئے اور قانون کی نظر میں ہم سب برابر ہیں، ان عقل کے ماروں کو یہ تو سوچنا چاہئے کہ پھر تو خودکشی جیسے عمل کو بھی جائز ہونا چاہئے اور اسی قبیل سے جتنے گناہ کے یا جرم کے کام ہیں سب کو اپنے طور پر کر کے پورا پورا مساویانہ حق حاصل کرنا چاہئے۔

۞ کہاں چلے گئے ہمارے ملک کے سائنس داں، اور ہمارے ملک کے بڑے بڑے اعلی دماغ دانشوران، اور اعلی ڈگریوں کے ماہرین ڈاکٹر، جو بال کی کھال نکالتے ہیں، کہاں گئی ان کی حقائق کو تلاش کرنے کی طاقت، کیا ہوگیا ان کے طبی اور ڈاکٹری کے علم کو، کیا اس سلسلہ میں ان کی ڈاکٹری، یا ان کا علم، یا ان کی تحقیق ساتھ نہیں دے رہی ہے، اگر وہ اس قبیح فعل کو مضر سمجھتے ہیں تو کیوں وہ اپنے ملک کی پبلک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، چھوڑ دیجئے سیاست دانوں کو، ملک چلانے والے حکمرانوں کو، اس لیے کہ شاید ان کے علم میں اس عمل کے نقصانات نہیں ہیں، یا وہ کسی بیرونی طاقت کے دباؤ میں ہیں، مگر ڈاکٹر حضرات تو اس کے نقصانات سے واقف ہیں، وہ کیوں اپنا احتجاج درج نہیں کرا رہے ہیں؟ یا ان کی سنی نہیں جارہی ہے؟ جب وہ اپنے ملک کے مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، ان کی شفایابی کے لیے کوشش کرتے ہیں،

تو یہاں تو اس غیر فطری عمل پر ان کی ذمہ داری دوگونہ ہو جاتی ہے، ان کی تو نیند حرام ہو جانی چاہئے، اور اگر ان کی بات کو مانا نہیں جارہا ہے، تو ملک کے مہذب لوگوں کو لے کر سڑکوں پر آجانا چاہئے اور فطرت کے ساتھ بغاوت کرنے والوں کو بتانا چاہئے کہ تم نے جس چیز کو صحیح اور جائز قرار دیا ہے یہ صحیح نہیں ہے، یہ اصول فطرت کے خلاف ہے، یہ پیدا کرنے والے خالق کے حکم کے خلاف ہے، یہ ایک صحیح اور مہذب معاشرے کے لیے مخرب اخلاق ناسور ہے، اور اگر واقعی یہ عمل ان کے نزدیک صحیح ہے تو پہلے وہ دونوں جج آپس میں خود اس عمل کو انجام دیں اور پھر اپنے لڑکوں کو اور پھر اپنی لڑکیوں کو اپنے سامنے اس عمل کے کرنے کی اجازت دیں، اگر وہ اس کو کر سکتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کی اولاد ان کے سامنے اس عمل کو کر رہی ہے، اور وہ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں تو ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، ان کا دماغ چل چکا ہے، پھر زیادہ کچھ کہنے کی بجائے ان کو پاگل خانے میں ڈال دیا جائے۔

۞ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ملک کے سمجھدار، سنجیدہ، باعزت اور محترم لوگ اس گھناؤنے جرم کو جائز قرار دینے کی مخالفت کر رہے ہیں، اور اپنے ملک کو ڈوبنے سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں، اگر ان سنجیدہ، معزز اور سمجھدار لوگوں کی بات نہ چلی اور یہ قانون عملی طور پر چل پڑا، پھر اس کے ملک کے تباہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لیے کہ جو لوگ ادیان عالم اور مذاہب کی تاریخ سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ خدا کی اس دھرتی پر سب سے پہلے اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب قوم لوط نے کیا، اللہ کے پیغمبر نے ان کو سمجھایا، مگر انہوں نے نہ مانا اور اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اسی طرح آزادی سے اس غیر فطری عمل سے مساویانہ حقوق کے طور پر اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے طور پر لطف اندوز ہونے کی کوشش کی اور اس ناپاک عمل سے سدوم کی سرزمین کو داغدار کر کے ناپاک کیا، تو اہل سدوم پر اللہ کا عذاب آیا، سدوم بیت المقدس اور اردن کے درمیان ایک مقام تھا، اہل سدوم سے پہلے اس فعل شنیع کا دنیا کی تاریخ میں دنیا کی کسی قوم نے ارتکاب نہیں کیا تھا، قرآن کریم اس کی گواہی دے رہا ہے، جب قوم لوط نے ہم جنس پرستی جیسی بدترین عادت سے توبہ نہ کی اور نہ پیغمبر لوط (علیہ السلام) کی مانی، تو اللہ کی طرف سے عذاب آیا، آسمان کی طرف سے ایک زبردست چیخ آئی اور حضرت جبرئیل نے اٹھا کر اس بستی کو پلٹ دیا، اور مزید ان لوگوں پر پتھر کی بارش کی، اور سارے کے سارے لوگ مر کے تباہ و برباد ہو گئے، آج بھی وہ جگہ بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان بحر میت کی شکل میں موجود ہے۔

۞ ہندوستان کی حکومت کو چاہئے کہ ان ججوں کو بحر میت کا سفر کرائے تاکہ یہ لوگ وہاں کا تاریخی جائزہ لے کر آئیں، اس میں اگر چہ صرف جج ہی قصوروار نہیں بلکہ وہ تمام لوگ جو اس گھناؤنے اور گندے کام کی وکالت اور سفارش کر رہے ہیں، اور جنھوں نے اس موضوع کو پارلیمنٹ میں اٹھایا ہے اور اس کی تائید میں دستخط کئے ہیں، وہ تمام بھی اللہ کے نزدیک اور انسانی معاشرے کے نزدیک بڑے مجرم ہیں، ان سب کو بحر میت جانا چاہئے، اگر ان تمام مجرمین نے بحر میت اور قوم لوط کی سزا سے سبق حاصل نہ کیا اور اس قانون پر لگام نہ کسی تو ہندوستان کو تباہ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی ہے، نہ امریکہ بچا سکتا ہے، اور نا ہی وہ ملک بچا سکتے ہیں جہاں اس فعل کو پہلے سے ہی جواز حاصل ہے، بس اللہ ہی حفاظت فرمائے، اور پڑھے لکھے اور ایجوکیٹیڈ ہونے اور مہذب و شائستہ ہونے کے دعویداروں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور اس فعل کی قباحت اور اس کی شناعت ان کے دل میں بٹھا کر اپنے ملک کو تباہی سے بچانے کی توفیق و جرأت اور ہمت عطا فرمائے۔" واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون"۔

۞۞۞۞۞

دوائے دل

ملفوظات حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

جمع وترتیب: مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اللہ تبارک وتعالی نے ہم کو رمضان کا مقدس مہینہ عطا کیا ہے، اس مہینہ میں ہم محنت کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، یہ مہینہ انعام واکرام کا مہینہ ہے اور آخرت انعام کا دن ہوگا، وہاں دنیا کے تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اس بات سے آخرت کی محدود مدت سامنے آتی ہے، اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، دنیاوی زندگی بہت قلیل ہے، اس کے لیے آدمی کس قدر محنت کرتا ہے اور تھوڑی سی راحت کے لیے سب کچھ کرڈالتا ہے، اپنے آرام وراحت کے لیے سب کچھ قربان کرڈالتا ہے، یہ زندگی امتحان کی زندگی ہے، یہ امتحان کا زمانہ ہے، خدا نے دنیا کو امتحان کا پرچہ بنا رکھا ہے، اگر پرچہ اچھا رہا تو وہاں کی زندگی بھرپور راحت والی ہوگی، یہاں اگر نیک کام کریں گے تو وہاں اس کا فائدہ حاصل ہوگا، ایک منٹ کی محنت برسوں اور سالوں کا فائدہ دے گی، قرآن میں بار بار کہا گیا ہے: ''اگر کامیاب یہاں ہوگئے تو وہاں کی زندگی آسان ہے، ورنہ مشکل ہی مشکل ہے''۔

انسان جب مرتا ہے تو قبر میں اپنا عمل لے کر جاتا ہے، کوئی مال وجائداد لے کر نہیں جاتا، یہی اعمال نامہ وہاں کام آتا ہے اور اسی کے مطابق حساب وکتاب ہوتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالی نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ فلاں عمل کروگے تو آپ کے لیے وہاں نہر جاری ہوجائے گی، فلاں عمل کروگے تو وہاں یہ فائدہ ہوگا، دراصل وہاں فائدہ ہوگا یہاں کی نیکی سے؛ کیونکہ اللہ تعالی ارحم الراحمین ہے اور اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، وہ ہمارے فائدے ہی کے لیے سب کچھ کہتا ہے، درخت، پہاڑ، ساری مخلوقات خدا کی تسبیح بیان کرتے ہیں، خدا کو کوئی ضرورت نہیں ہے یہ عمل جو مخلوق کرتا ہے، اس کا فائدہ براہ راست اسی کو ملتا ہے، نقصان خود ہمارے لیے ہے، خدا کا کوئی نقصان نہیں، عبادت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں، جمادات تک خدا کی عبادت کرتے ہیں، آدمی چٹیل میدان میں کھڑا ہو اور اس کو پانی نہ مل رہا ہو تو کیا حال ہوگا، تو وہاں عمل ہی کام آئے گا جو ہم نے دنیا میں نیک اور اچھے کئے ہونگے، ورنہ ساری چیزیں برباد ہوجائے گی، تو خدا چاہتا ہے کہ یہ نعمت اس کو ملے، خدا چاہتا ہے کہ ہمارے بندے زیادہ سے زیادہ محنت کر کے اس کے مستحق بنیں، انصاف کا تقاضہ تو یہی ہے کہ جو جیسی محنت کرے گا اس کو وہاں ویسا ہی ثواب ملے گا۔

رمضان کے ماہ میں ایک نیکی ستر نیکیوں کے برابر ہوجاتی ہے، آدمی کے اندر جو کوتاہیاں ہوجاتی ہیں تو رمضان کے ذریعہ اس کی تلافی ہوجاتی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس مہینہ میں ایک رات ایسی بھی ہے جو بہت قیمتی ہے، جس کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کے برابر ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ''لیلۃ القدر خیر من الف شھر'' اس مہینہ میں شب قدر جیسی رات کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لیے رکھی ہے جس کا ثواب ایک ہزار مہینوں کے برابر ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالی نے رمضان کے دنوں کا ثواب بہت بڑھا دیا ہے، تاکہ بندے اپنے گناہوں کی تلافی کرلیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں آخرت کی فکر کی ضرورت ہے، اگر ہمارے دلوں میں آخرت کی فکر ہوگئی تو ہم رمضان میں کیا پورے سال میں بھی اللہ کی عبادت سے

غافل نہیں رہ سکتے، اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا ہو، جب فکر پیدا ہوگی تو دوزخ سے بچنے کے لیے تدبیریں اپنانی ہوگی چونکہ وہاں کی پریشانی اور تکلیف ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوگی، اگر وہاں آدمی تکلیف میں رہا تو مسلسل تکلیف میں رہنا پڑے گا، اگر راحت میں ہے تو ہمیشہ راحت ملے گی، دنیا کی زندگی اس لیے بنائی گئی ہے کہ ہم اس کے اندر عمل کریں اور آخرت کی تیاری کریں، ورنہ ہم جہنم کے مستحق ہوجائیں گے، خدا پناہ میں رکھے سارے مسلمانوں کو، جہنم میں کیسی کیسی مصیبتیں ہوں گی اور انسان کس قدر مصیبت میں ہوگا ہم اس کو بیان نہیں کرسکتے، خدا نے ہمارا خیال کرکے تلافی کا مہینہ دیا ہے، تاکہ ہم خوب خوب عبادت کریں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم خوب بات کو سمجھیں اور فائدہ اٹھائیں، رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے اگر ہم چاہیں تو خوب فائدہ اٹھاسکتے ہیں، خوب خوب فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، رمضان میں وہ عبادت کریں جس میں خوب خوب ثواب ہے اور ان تمام کاموں سے بچیں جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اور انسانوں پر مصیبت آتی ہے، ان تمام بداعمالیوں سے بچنا چاہئے اور خوب فائدہ اٹھانا چاہئے، اگر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہماری بے عقلی کی بات ہے، لوگ کہیں گے کہ موقع مل گیا اور فائدہ نہیں اٹھایا، یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک کسان تمام تر وسائل ہونے کے باوجود بھی اپنے کھیت کو خالی اور چٹیل میدان رکھا۔

موسم اچھا، پانی وافر مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہکاں

غرضیکہ ہم کو اس مہینہ میں دو کام کرنے ہیں: ایک تو عبادت کرنا ہے، دوسرے جھوٹ وغیبت سے بچنا ہے، اگر کوئی اس میں غلط کام کرتا ہے تو اس کو اسی قدر عذاب وسزا ملے گی، کامیابی ہم کو آخرت میں معلوم ہوگی کہ ہم کیا کرکے آئے ہیں۔

خدا نے ہم کو سب کچھ دیدیا ہے؛ لیکن ہم اس کا شکر یہ ادا نہیں کرتے، خدا ہم سے بدلہ نہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ تم اس کو مانو اور اس کا شکریہ ادا کرو، خدا نے تم کو پیدا کیا اور تمام نعمتوں سے نوازا ہے، بیٹا نہیں ہوتا تو یہاں وہاں مارے مارے پھرتے ہیں، خدا سب کچھ دیتا ہے، مگر ہم اس سے نہیں مانگتے، رمضان درحقیقت ہم کو تھوڑی محنت پر زیادہ اجر دینے کا نام ہے، تو ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ خدا ہم کو اس تھوڑی سی عبادت پر کتنا ثواب دیتا ہے، ہماری نماز، روزہ سب کچھ شکر ہے، نماز روزہ سے خدا کو کچھ نہیں ملتا، بس خدا یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ بندہ نے ہماری بات مانی، قرآن میں جگہ جگہ شکر کی بات کہی گئی ہے، اسلام پورا شکر ہی کا نام ہے، خدا نے رمضان اس لیے عطا کیا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ نیکی کمائیں اور مقصد یہ کہ خدا راضی ہوجائے، اللہ کو خوش کرنا، راضی کرنا ہمارا مقصد ہے، ہم یہ دیکھیں کہ خدا کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے، بہرحال قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لإن شکرتم لازیدنکم" شکر کرنے سے خدا کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ عید خوشی کا دن ہے، عید میں ہر مسلمان خدا کا شکر گزار ہوتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! آپ نے ہم سے یہ عمل کرادیا ورنہ ہم اس لائق نہیں تھے، تو رمضان کی محنت پر خوش کرنا ہی شکر ہے، دوگانہ نماز عید کی شکر کی نماز ہے کہ خدا نے رمضان ہم کو عطا فرمایا اور فائدہ ہوا، رمضان یہ آپ کو آئندہ فائدہ دے گا، رمضان کے بعد بھی ہم دعا، تلاوت، ذکر اور نمازوں کا سلسلہ جاری رکھیں، یہ درحقیقت کامیابی کا ذریعہ ہے، خدا سے لو لگایئے کہ وہ ہمارا ایسا ہے بس وہی دے سکتا ہے خدا نے سب کچھ دیا ہے، آپ اس کو تسلیم کریں، تنہا خدا کی ذات سب کچھ دے سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی کچھ نہیں دے سکتا، عقیدہ یہ ہو کہ بس خدا کی ذات ہی دینے والی ہے اور کوئی کچھ نہیں دے سکتا؛ لیکن اگر دعا ہماری قبول نہیں ہوئی تو مقدر ہمارا ہے، ہمارے دل میں یہ بات ہو کہ رمضان گزر جائے پھر بھی اللہ سے غافل نہ ہوں ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے رہیں تو ضرور کامیاب کہلائیں گے۔

//////☆☆☆☆//////

ندائے سفہاء

ہم جنس پرستی
فطرت سے بغاوت

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی انکلیشور، گجرات

حرف آغاز:

ہزار بار افسوس اور تف ہو اس موڈرن، نام نہاد مہذب اقوام اور بہت سے ممالک اور ان کے رہنماؤں پر جو ہم جنس پرستی جیسی مہلک وبا میں بھی شخصی آزادی اور فطرت کے دشمن افراد کے جذبات کا ناجائز احترام کو سیکولرزم اور آزادی سے تعبیر کر کے دنیا کو قعر مذلت میں ڈالنے پر تلے ہیں، یہ ایک ایسا خلاف فطرت فعل ہے جس کی کوئی مذہب اجازت دیتا ہے اور نہ کوئی مہذب معاشرہ، اس فعل کا مقصد محض فطرت کے خلاف بغاوت اور غلط و ناجائز طریقے سے خواہشات نفس کی تکمیل اور جنسی ہیجان کی تسکین ہے، جو درحقیقت ایک بہت بڑی بے چینی اور عدم اطمینان ہے۔

''ہم جنس پرستی'' اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی جنس کے انسان کے ساتھ مل کر اپنی جنسی خواہشات پوری کرے، یعنی مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ مل کر اپنی جنسی خواہشات پوری کرے، اس فعل کو انگریزی میں (جب مرد مرد سے اس فعل کا ارتکاب کرے تو) Homosexuality اور (جب عورت عورت سے اس فعل کو انجام دے تو) Lesbianism کہا جاتا ہے۔

ہم جنس پرستی کی ابتداء:

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: "ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العلمين"۔ (سورۂ اعراف، آیت نمبر ۸۰)

''ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا، کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا والوں میں سے نہیں کیا'' قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کے بموجب اس شیطانی فعل کی ابتداء سیدنا حضرت ابراہیم -علیہ السلام- کے بھتیجے، اللہ کے نبی حضرت لوط -علیہ السلام- کی قوم (اہل سدوم، سدوم: یہ بیت المقدس اور اردن کے درمیان ایک مقام تھا، جہاں حضرت لوط -علیہ السلام- نبی بنا کر مبعوث کیے گئے تھے) نے کیا، اہل سدوم سے پہلے دنیا میں اس بدترین فعل کا کوئی تصور نہیں تھا، اس قوم سے قبل کسی نے اس کا ارتکاب نہیں کیا تھا، یہ اتنا گھناؤنا فعل ہے کہ دنیا کی کسی قوم کا ذہن بھی اہل سدوم سے قبل، اس فعل کی طرف نہیں گیا، حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ اس قوم (اہل سدوم) سے پہلے دنیا میں کبھی ایسی حرکت کا ارتکاب نہیں کیا گیا، پھر وہیں سے یہ قبیح فعل شروع ہوا، جو آج تک ایک مہذب معاشرہ اور سوسائٹی کو ذلیل وخوار کرنے کے درپے لگا ہوا ہے۔

آیت مذکورہ کے متصلا بعد ایک دوسری آیت ہے: " انکم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء، بل انتم قوم مسرفون"۔ (سورہ: اعراف، آیت ۸۱)

ترجمہ: ''(یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو'' جہاں پہلی آیت کریمہ میں "ما سبقكم بها" سے یہ سمجھ میں آیا کہ قوم لوط سے پہلے اس کام کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا ہے، اسی طرح دوسری آیت کریمہ

میں جو "بل انتم قوم مسرفون" آیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات کچھ لوگ گناہوں کے دھوکہ اور فریب میں آکر ارتکاب کر لیتے ہیں، جن کو اپنے آباء و اجداد کو کرتے دیکھتے ہیں؛ لیکن اس فعل کے بارے میں اللہ تعالی نے کہا کہ اس میں تو دھوکہ کھانے اور کسی کو دیکھنے کی کوئی بات ہی نہیں؛ بلکہ تم نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے، جس کا تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا، یعنی اس سلسلہ میں تم نے خود دوسری اقوام کے مقابلے میں تجاوز کیا ہے، اس آیت کریمہ سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ "ہم جنس پرستی" کے فعل کا آغاز "اہل سدوم" نے ہی کیا۔

(معارف القرآن جلد۳، صفحہ۱۵-۶۱۶)

قوم لوط پر عذاب الٰھی:

جب قوم لوط نے ہم جنس پرستی جیسی بدترین عادت سے توبہ و استغفار نہیں کیا اور نہ ہی حضرت لوط -علیہ السلام- پر ایمان لائے، تو اللہ نے اس قوم پر عذاب واقع کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا، جب وہ فرشتے عذاب واقع کرنے کے لیے حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط -علیہ السلام- کے گھر مہمان بن کر ٹھہرنے آئے، تو اہل سدوم، انھیں حسین لڑکے سمجھ کر بدفعلی کی نیت سے حضرت لوط کے گھر پہنچ گئے، اس موقع پر حضرت لوط -علیہ السلام- بہت پریشان ہوئے کہ وہ ان مہمانوں (فرشتوں) کو ان خبیثوں اور شیطانوں سے کیسے بچائیں، آپ -علیہ السلام- کی پریشانی دیکھ کر فرشتوں نے آپ -علیہ السلام- سے بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں، عذاب دینے آئے ہیں، اور وہ لاکھ کوششوں کے باوجود اہل سدوم کے قابو میں نہیں آسکتے ہیں، نیز حضرت لوط -علیہ السلام- سے یہ بھی کہا کہ آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل و عیال کو لیکر یہاں سے نکل جائیں، پھر اگلی ہی صبح اللہ تعالی کا عذاب اس قوم پر اس طرح نازل ہوا کہ آسمان سے ایک زبردست چیخ آئی، پھر حضرت جبریل نے اس بستی کو اٹھا کر پلٹ دیا اور مزید ان پر پتھر کی بارش کی گئی اور سارے کے سارے مر گئے، آج بھی وہ جگہ بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان بحر میت (ایک سمندر) کی شکل میں موجود ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہم جنس پرستی کی قباحت اور سزا:

ہم جنس پرستی "گناہ کبیرہ" میں شمار ہوتی ہے، اس فعل کو بہت بڑا گناہ گردانا جاتا ہے، قرآن کریم میں اس فعل کی قباحت یوں بیان کی گئی ہے: "ا تاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العلمين" یعنی تم لوگ ایسا فحش کام کرتے ہو، جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا والوں میں سے نہیں کیا، اس آیت شریفہ کی تفسیر میں مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں "الفاحشۃ" کے لفظ کو "الف لام" کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا خلاف فطرت فعل ہے جو گویا کہ ہر طرح کے فواحش کا مجموعہ ہے اور یہ فعل زنا سے بھی بڑھا ہوا جرم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں اس خلاف طبع انسانی فعل کی شناعت بیان فرمائی ہے، کہیں اس کو نزول تباہی کی علامت بتایا، تو کہیں علامات قیامت میں شمار کرایا اور کہیں اس فعل کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے: "من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به" تم جس شخص کو بھی پاؤ، وہ قوم لوط کا عمل کر رہا ہو؛ تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ترمذی شریف جلد۱صفحہ:۲۷۰)

صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین نے اس فعل کو تمام گناہوں سے زیادہ شدید گناہ قرار دیا ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہم جنس پرستی کرنے والوں کو وہی سزا دی جائے جو سزا قوم لوط کو اللہ تعالی کی طرف سے دی گئی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو کسی اونچی پہاڑی سے گرا کر اس پر پتھراؤ کر دیا جائے، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد -رحمہم اللہ- نے فرمایا کہ جو شخص ہم جنس پرستی کرتا ہے اسے وہی سزا دی جائے جو ایک زانی کو دی جاتی ہے یعنی اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ ہے تو

اس کو رجم کر دیا جائے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ بن حنبل نے فرمایا کہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو ہر دو صورتوں میں اس فعل کے مرتکب کو رجم کیا جائے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد:۴، صفحہ:۱۴۷)

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ہم جنس پرستی کی حمایت میں تحریک:

گزشتہ سال ۱۸؍دسمبر ۲۰۰۸ء کو ''اقوام متحدہ'' کی ''جنرل اسمبلی'' میں فرانس اور ہالینڈ جیسے نام نہاد مہذب و مثقف ممالک کے اراکین نے ''ہم جنس پرستی'' کے حق میں یہ کہتے ہوئے تحریک پیش کر دی کہ: ''ہم جنس پرستی کو حق سمجھا جائے اور اسے جرائم کی فہرست سے نکال دیا جائے'' پھر کیا تھا یہ تحریک پیش ہوتے ہی ۶۶؍ممالک کے رہنماؤں نے اس شنیع فعل کی حمایت میں دستخط ثبت کر کے حمایت کا اعلان کر دیا، مگر شامی ممبر عبداللہ الحلاق نے بروقت اس تحریک کے خلاف اپنی الگ تحریک پیش کر دی اور انھیں بھی ۶۰؍ممالک کے ممبران کی حمایت مل گئی اور مسئلہ رک گیا۔

ہم جنس پرستی اور اقوام عالم:

اس حقیقت سے شاید کوئی انکار کر سکے کہ عصر حاضر میں ہم جنس پرستی کو بڑھاوا دینے اور پروان چڑھانے میں مغربی ممالک اور مغربی میڈیا نے بہت اہم کردار ادا کیا، اس بدترین فعل کو کئی مغربی اور یورپی ممالک نے قانونی جواز فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کر کے اخلاق و کردار کا جنازہ نکال دیا ہے، شخصی آزادی کے عنوان سے یہ ایسی بے راہ روی کی اجازت دے رکھی ہے جو معاشرہ کی تباہی و بربادی کا بہت بڑا سبب ہے، ہم جنس پرستی کو قانونی جواز دینے کا سلسلہ مغربی اور یورپی ممالک سے شروع ہوا، چنانچہ آج نیدرلینڈ، ناروے، اسپین، سویڈن، کنیڈا اور بیلگام جیسے ممالک نے ہم جنس پرستی جیسے ملعون فعل کو شخصی آزادی کے نام پر قانونی جواز دے رکھا ہے اور ان ممالک میں ایک ہی جنس کے لوگ آپس میں شادی کرتے ہیں، حالانکہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب دنیا پہلے سے ہی ایڈس جیسے مرض سے پریشان اور بدحال ہے؛ کیوں آزادی کے نام پر ہم جنس پرستی جیسے مہلک مرض اور فاسد اخلاق فعل کو قانونی جواز فراہم کیا جا رہا ہے۔

ہم جنس پرستی اور ہندستان:

ہندوستان دنیا کا ایک ایسا ملک ہے جو قدیم زمانے سے ہی تہذیب و تمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے، یہاں کسی مخرب اخلاق فعل و عمل کی اجازت کبھی نہیں دی گئی، ہندوستان ہمیشہ سے صوفی، بزرگ اور سادھوسنتوں کی دھرتی رہی ہے، یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے شروع سے ہی پائے جاتے ہیں، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی یا کسی بھی مذہب کی کتاب میں ہم جنس پرستی جیسے بدترین فعل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ابتدائی زمانہ سے ہی یہاں کا شہری اور حکومت اس بدترین فعل کے مخالف رہی ہے، یہی وجہ ہے ہم جنس پرستی جیسے خبیث فعل کو کبھی بھی قانونی جواز فراہم نہیں کیا گیا، اسی جیسے مخرب اخلاق فعل اور خلاف فطرت عمل کو روکنے کے لیے ایک لمبے زمانے سے قانون کی شکل میں ''دفعہ ۳۷۷'' چلی آرہی ہے، اب اسے زمانہ کی گردش اور ایام کا الٹ پھیر کہا جائے یا پھر موجودہ آزادی کہ آج ہم جنس پرستی کو بھی شخصی آزادی کے نام پر قانونی جواز دیا جا رہا ہے۔

دفعہ ۳۷۷ ایک نظر میں؟:

دفعہ ۳۷۷ میں جو کچھ تحریر ہے وہ یہ ہے:

377. Unnatural offences: Whoever voluntarily has carnal intercourse against the order of nature with any man, woman or animal, shall be punished with imprisonment for life, or with imprisonment of either description for term which may extend to ten years, and shall also be liable to fine.

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص رضا کارانہ طور پر بھی خلاف فطرت کوئی فعل کسی مرد، عورت یا جانور کے ساتھ کرے گا؛ تو عمر قید کی سزا یا پھر دس سال تک کی قید پائے گا اور اس پر جرمانہ بھی لاگو کیا جائے گا۔

دھلی ھائی کورٹ کا ایک تاریخی فیصلہ:

دہلی کی ایک غیر سرکاری تنظیم ''ناز فاؤنڈیشن'' نے ۲۰۰۱ء میں دہلی ہائی کورٹ میں، ایک پٹیشن داخل کر کے دفعہ ۳۷۷ کو ختم کرنے اور اس کو لغو قرار دے کر ہم جنس پرستی کو قانونی جواز فراہم کرنے کی درخواست کی؛ دہلی ہائی کورٹ نے ۲۰۰۳ء میں اس درخواست کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ درخواست گزار اس مسئلہ میں کوئی جائز مسلمہ حیثیت واختیار (Locus Standi) نہیں رکھتا ہے، پھر ناز فاؤنڈیشن نے سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف عرضی پیش کی، سپریم کورٹ نے اس کیس کو دہلی ہائی کورٹ میں سماعت کے لیے واپس کر دیا۔

پھر دہلی ہائی کورٹ میں اس پر سماعت شروع ہوئی، آخر کار دہلی ہائی کورٹ کے دو فطرت کے خلاف بغاوت کرنے والے ججوں چیف جسٹس اجیت پرکاش اور جسٹس ایس مرلی دھر کی بنچ نے عرضی کی سماعت کے دوران اپنے تاریخ سوز سیاہ فیصلہ میں، بروز جمعرات ۲/ جولائی ۲۰۰۹ء کو، تعزیرات ہند کی ۱۵۰/ سالہ قدیم دفعہ ۳۷۷ کا دائرہ محدود کرتے ہوئے رضامندی کے ساتھ کی جانے والی ہم جنس پرستی کو قانونی اجازت دے دی ہے، خبط الحواس ججوں نے ہم جنس پرستی کو جرم ماننے کو دفعہ ۲۱ کی خلاف ورزی قرار دیا ہے، دفعہ ۲۱ کا حاصل یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے طور پر زندگی گزارنے کا مساوی موقع ملنا چاہیے اور قانون کی نظر میں ہم سب برابر ہیں۔

اب اس فیصلہ کے آنے کے بعد، اس کا نتیجہ یہ مرتب ہوگا کہ اب تک ہندوستان میں ہم جنس پرستی جو ایک جرم کے دائرے میں آتی تھی، اب وہ جرم نہیں رہی، اب تک جو لوگ اس شیطانی فعل کا ڈھکے چھپے طور پر ارتکاب کرتے تھے اور خود کو مجرم سمجھتے تھے، اب انھیں کسی طرح کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہوگا اور اس جنونی فعل کا ارتکاب کھلے طور پر بھی چاہیں تو کر سکیں گے، یہی وجہ ہے کہ دہلی ہائی کورٹ سے یہ فیصلہ جوں ہی صادر ہوا ہم جنس پرستوں نے دیدہ دلیری کے ساتھ، کھلے عام سڑکوں پر آ کر جشن منانا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کو مبارکبادی کا پیغام ارسال کرنے لگے۔

سیاست کے گلیاروں میں ہم جنس پرستی کی موافقت و مخالفت:

''یو پی اے'' سرکار ہم جنس پرستی کے موضوع پر کچھ زیادہ ہی نرم دل معلوم ہو رہی ہے؛ کیوں کہ گزشتہ یو پی اے سرکار میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا اور اب بھی زور پکڑے ہوا ہے، یو پی اے سرکار نے ہم جنس پرستوں کے مطالبہ سے مرعوب ہو کر، جس طرح ہم جنس پرستی پر کھلے عام بحث ومباحثہ کے ذریعے عام اتفاق بنانے کی بات کہی ہے، یہ انتہائی ہی غیر معقول بات ہے، یہ ایک ایسا غیر مناسب قدم ہے، جسے ہندوستانی سماج کا مہذب اور سنجیدہ طبقہ ہرگز قبول نہیں کر سکتا ہے؛ کیوں کہ یہ فعل ہندوستانی تہذیب وثقافت کے بالکل متصادم ہے، مگر ان تمام باتوں کے باوجود غضب تو یہ ہے کہ اس شیطانی فعل کی حمایت کرنے والوں کو مہذب، ترقی پسند اور آزادی کا پاسدار مانا جا رہا ہے؛ جب کہ اس کی مخالفت کرنے والوں کو پرانے خیال کا آدمی سمجھا جا رہا ہے۔

گزشتہ دنوں بھی مرکز میں جب کانگریس کی قیادت میں یو پی اے سرکار تھی، تو ہم جنس پرستی کا مسئلہ سامنے آیا تھا، اس موقع سے سابق وزیر صحت جناب امبونی رام داس نے ہم جنس پرستی کے خلاف نافذ ہونے والی دفعہ ۳۷۷ کو ختم کرنے کے لیے عدالت تک اپنی سفارش و پیروی شروع کر دی تھی، جب کابینہ میں رام داس کی تجویز پر بحث و مباحثہ ہوا، تو سابق وزیر داخلہ جناب شیوراج پاٹل نے دفعہ ۳۷۷ کو ختم کرنے کی زبردست مخالفت کی تھی اور یہ موضوع کچھ دنوں کے لیے دب گیا، اب پھر یو پی اے سرکار کے وزیر قانون نے جناب ویرپا موئیلی نے اپنے پیشرو کی طرح، ہم جنسی کی موافقت میں آواز اٹھانی شروع کر دی ہے، موجودہ وزیر داخلہ سابق وزیر داخلہ کے برخلاف، اس موضوع پر نرم گوشہ رکھتے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں؛ جب کہ وزیر صحت غلام نبی آزاد نے بھی اس موضوع پر پارلیمنٹ کے باہر اور اندر عام اتفاق کے لیے بحث ومباحثہ کی حمایت کی ہے، اگر ایسا ہوتا ہے اور

دفعہ ۳۷۷ کوختم کر دیا جاتا اور کھلے عام ہم جنس پرستی جیسے شیطانی فعل کی اجازت مل جاتی ہے تو ہندوستانی عوام یو پی اے سرکار کو معاف نہیں کرے گی اور اس کی سزا ایک نہ ایک دن سرکار کو بھگتنی ہی ہوگی ، اس لیے اس حساس موضوع پر یو پی اے سرکار کو اپنا موقف بہت سخت رکھنا چاہیے اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۷ بدستور قائم رکھنی چاہیے۔

حرف آخر:

آج جب ہم یورپی ممالک کے حکمراں اور عوام سب کے سب خود کو مہذب اور شائستہ قوم سمجھتے ہیں اور دوسروں کو غیر مہذب اور ناشائستہ، بیوقوف اور سفیہ سمجھتے ہیں، حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے، مغربی ممالک نے آج آزادی کے نام پر صنفِ نازک کو گھر سے باہر نکال کر دکانوں اور دفتروں کی زینت بنا کر، ان پر دوہرا بوجھ ڈال دیا ہے، انہیں مغربی ممالک نے آرٹ وکلچر اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مذہبی پیشواؤں کی تنقیص و بیجا تنقید اور ان کے مضحکہ خیز کارٹونوں کے بنانے کا لائسنس فراہم کیا ہے، انہیں مغربی ممالک کے قائدین نے شخصی آزادی کے نام پر ہم جنس پرستی جیسے ملعون فعل کو درست قرار دیا۔

آج ہندوستانی حکام وقائدین بھی ، تہذیب وتمدن اور اعلی اقدار کے مرکز ، وطن عزیز ہندوستان کی پرانی اور مثالی روایات کو مٹانے کے درپے لگے ہوئے ہیں اور بے سلیقہ اور ناشائستہ اقوام کے بھونڈے، بھدے اور خلاف فطرت افعال کو تہذیب وتمدن کے طور پر قبول کررہے ہیں اور آزادی کے نام پر انھیں قانونی جواز فراہم کررہے ہیں، اگراسی طرح آزادی کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے، اگر یہ ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالی اجتماعی طور پر نہیں ؛ تو انفرادی طور پر یکے بعد دیگرے اِن اقوام عالم پر بھی وہی عذاب مسلط نہ کردے جو قوم لوط پر کیا تھا کیونکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور ارشاد خداوندی ہے ”وما هي من الظلمين ببعيد“ یعنی جس طرح قوم لوط پر پتھر کی بارش برسائی گئی، آج کے لوگ بھی اگر وہ کام کریں تو کوئی دور نہیں کہ ان پر بھی پتھر کی بارش کی جائے۔

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اھم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰/روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳/روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰/روپئے

۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵/روپئے

۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰/روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰/روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰/روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸/روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰/روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر ۲۷/مضامین کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

اصلاحیات

رمضان المبارک کی آمد

چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

رمضان کی آمد پر اہل مدارس کا مشغلہ:

رمضان المبارک کی آمد پر ذمہ داران مدارس رمضان میں اساتذہ وسفراء کا تحصیل چندہ کے لیے پروگرام بناتے ہیں کہ کس استاذ کو کس علاقہ میں جانا ہے، کس سفیر کو کس شہر میں اور کس دیہات میں، اور سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ضروری کاغذات کی تیاری رجب یا شعبان میں شروع ہوجاتی ہے، جن اصحاب مدارس کو دوسرے بڑے مدارس کے ذمہ داران کی تصدیق کی ضرورت پڑتی ہے، وہ اس کے حصول کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں اور ہرممکن اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ رمضان کی آمدنی پر ہی سال بھر مدرسہ کا نظام چلتا ہے۔

مخیرین حضرات کا مشغلہ:

مخیّرین حضرات، تجار لوگ اپنی سال بھر کی کمائی کا حساب لگانا شروع کردیتے ہیں اور پورے سال کی آمد پر ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوۃ کی رقم الگ سے نکال کر رکھتے ہیں، صدقہ کے لیے الگ سے اور امداد کی مد میں الگ سے وضع کر کے رکھتے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں ہر عمل کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوجاتا ہے، اس لیے وہ اپنی زکوۃ ستر گنا زیادہ ثواب کی خواہش میں رمضان ہی میں ادا کرنا اچھا سمجھتے ہیں۔

چندہ کرنا مسنون ہے:

چندہ کا عمل مسنون ہے، نہ توکل کے خلاف ہے اور نہ ''الید العلیا خیر من الید السفلی'' کے، چونکہ چندہ دین کی اور قرآن وحدیث کی نشرواشاعت کے لیے کیا جاتا ہے، اس لیے یہ مذموم نہیں ہے، ہمارے اکابرین نے دینی خدمات کے لیے چندہ اکٹھا کیا ہے، خود حضرت محسن انسانیت، نبی اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے اس دین کی خاطر چندہ اکٹھا کرتے تھے۔

چندہ دینے والے اور ان کی قسمیں:

چندہ دینے والوں میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو اپنے مال کی زکوۃ نکالتے ہیں، دوسرے وہ جن کو متمول، تجار حضرات معتبر سمجھ کر اپنا وکیل بنادیتے ہیں تاکہ وہ ان لوگوں کی زکوۃ یا رقم تقسیم کریں۔

پہلی قسم:

پہلی قسم کے لوگ جو اپنے مال کی زکوۃ خود نکالتے ہیں، وہ بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو اپنے در پر ہر آنے والے کو حسب حیثیت دیتے ہیں، چھوٹے مدرسے والوں کو بھی دیتے ہیں، بڑے مدرسے والے کو بھی، فرضی کو بھی دیتے ہیں اور حقیقی کو بھی، کسی کو خالی ہاتھ اور نامراد ومحروم نہیں رکھتے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو اللہ بھی محروم نہیں رکھتا۔

دوسری قسم:

دوسرے وہ مخیّر حضرات ہوتے ہیں جو آنے والے سے قدیم وجدید کا سوال کرتے ہیں، آنے والا پرانا ہوتا ہے تو حسب حیثیت اس کو دیتے ہیں، اگر وہ جدید ہوتا ہے تو اس سے بعض تو احترام کے ساتھ معذرت کردیتے ہیں، اور بعض اس کو بھگاتے ہیں جیسا کہ وہ کوئی مجرم ہو، مخیّرین کی اس قسم میں وہ لوگ جو آنے والے کی عزت نفس کا احترام کرتے ہوئے معذرت کردیتے ہیں اور واقعی ان کے پاس اتنا نہیں ہوتا کہ وہ سب کو دیدیں، تو یہ گروہ بھی صحیح ہے؛ لیکن جو حیثیت کے

باوجود اس کو بغیر دیئے بھگاتے ہیں، ایسے لوگ دو گناہوں کے مرتکب ہیں، ایک تو نہ دینے کے دوسرے مسلم کا اکرام نہ کرنے کے۔

تیسری قسم:

مخیّرین حضرات کی ایک قسم وہ ہے کہ اگر ان کے در پے آنے والا چھوٹے مدرسے کا ہے، یا اس کے یہاں طلبہ کی تعداد کم ہے، یا اس کا سالانہ خرچ لاکھوں سے کم ہے، یا تو اس کو یہ کہہ کر بھگایا جاتا ہے کہ چھوٹا مدرسہ ہے، تھوڑے طلبہ ہیں اور سالانہ خرچ اتنا کم ہے، پھر یہاں کیوں آئے، یا اس کو معمولی سی رقم دے کر رخصت کر دیا جاتا ہے۔

ایک چشم دیدواقعہ:

ایک بڑے شہر میں ایک مخیّر کے پاس ایک باوقار شخص کو دیکھا، جس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑی دینی شخصیت اور سچا آدمی ہوگا، وہ ایسی شخصیت کا خط لیکر آیا، جن کے خط پر مخیّر صاحب بغیر چوں وچراں کے بڑی بڑی رقمیں دیدیتے ہیں، مولانا سے مخیّر صاحب نے پوچھا کہ آپ کے یہاں کتنے طلبہ ہیں؟ انھوں نے اپنی سادگی اور سچائی میں بتلایا کہ ۳۰؍ ہیں، تو مخیّر صاحب بہت گرم ہوئے اور ان کو جلدی سے ایک ہزار روپئے دے کر بھگایا، مجھے ان کی سچائی وسنجیدگی پر بہت رحم آیا، آج بھی ان کا تصور آتے ہی سوچنے لگتا ہوں، بس اللہ ہی سچوں کا مولیٰ اور وہی بہترین مددگار ہے۔

جھوٹ پر چندہ دینا:

اور اگر آنے والا اپنے مدرسہ کو بڑا مدرسہ بتاتا ہے اور پچاس طلبہ کے بجائے سو اور سو کے بجائے پانچ سو بتاتا ہے اور سالانہ خرچ لاکھ کے بجائے پانچ لاکھ، یا دس لاکھ بتاتا ہے، تو اس کو وہ زیادہ چندہ دیتا ہے، ایسے لوگ بھی مجرم ہیں، کیونکہ وہ جھوٹ کی اشاعت اور دھوکہ دہی کو عام کررہے ہیں، وہ سچائی پر آنے والے کو محروم کرتے ہیں اور جھوٹ پر، دھوکہ دہی پر اس کا اکرام کرتے ہیں، اس کو نوازتے ہیں۔

اپنے درپر آنے والا خالی ہاتھ نہ جائے:

میری ایسے تمام لوگوں سے گذارش ہے کہ آپ کے پاس آنے والے - حتی الامکان کوشش کریں کہ وہ - محروم اور خالی ہاتھ نہ جائیں، زیادہ نہیں دے سکتے ہو تو تھوڑا دیدو، آنے والے کو ذلیل نہ سمجھیں، خدا کی قسم وہ دن دور نہیں جب مالدار زکوۃ دینے کے لیے خود پھرینگے اور کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملے گا، اس وقت کے آنے سے پہلے ان مسافروں اور آنے والوں کی قدر کرو، جب خدائے رزاق، خالق کائنات آپ کو دے رہا ہے اور بے حساب دے رہا ہے، تو اس کے نام پر جو لینے والے آتے ہیں، ان سے کیوں ردوقدح کرتے ہو، اللہ سے ڈرو، کہیں وہ تمہاری اس ناقدری سے، تمہارے ہاتھ سکوڑنے سے وہ بھی اپنا ہاتھ نہ سکوڑ لے اور پھر تم خالی ہاتھ رہ جاؤ۔

چوتھی قسم:

بعض چندہ دینے والے وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کی رقمیں، دوسروں کی زکوتیں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پوری دیانت داری سے، ذمہ داری کے ساتھ تقسیم کرتے ہوں، اگر تقسیم کرنے والا وکیل مدرسہ والا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ رقم، یہ دولت دوسروں پر کیوں جائے، اپنے مدرسہ کی ضروریات زیادہ ہیں، خرچ زیادہ ہے، اس لیے جو بھی بچ جائے وہ یہاں صرف ہو جائے، یہ بھی دینی ادارہ ہے۔

پانچویں قسم:

اگر وہ تقسیم کرنے والا مدرسہ والا نہیں ہے، بلکہ دوسری لائن کا آدمی ہے تو ہر آنے والے کی ضرورت کا اس کو احساس نہیں ہوتا، جو تعلق والا ہے، یا جہاں اس کی عزت ہوتی ہے، اس کو دعوت دی جاتی ہے، اس کی چاپلوسی کی جاتی ہے، اس کے نزدیک وہی مدرسہ قابل اعتبار رہتا ہے، وہاں کام زیادہ ہوتا ہے، وہاں ضرورت زیادہ ہوتی ہے، ورنہ وہ آنے والے کے ساتھ ایسے ناک منھ چڑھاتا ہے جیسا کہ وہ اسی کی کمائی ہو، اور وہ اپنا خون پسینہ کا مال تقسیم کررہا ہو بلکہ بعض مرتبہ اس سے بھی بڑھ جاتا ہے جو خود اپنے خون پسینے کی کمائی تقسیم کرتا ہے اور آنے والوں کے ساتھ بدتمیزی کرتا ہے، تو ایسا وکیل گھناؤنے جرم کا مرتکب ہے، وہ دیانت داری نہ کرنے کا مجرم، بداخلاقی سے پیش آنے کا مجرم اور

دوسروں کی دولت پر فرعون بننے کا مجرم ہے۔

امانت کو دیانت داری سے صرف کریں:

ایسے لوگوں سے میری گذارش ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو جو امانت دی ہے، اس امانت کو دیانتداری سے صرف کریں اور خوامخواہ اپنی ناک اونچی کرنے کے لیے اپنی عزت واحترام کے لیے آنے والے کے ساتھ بداخلاقی کا مظاہرہ نہ کریں، کہیں اللہ تعالی تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردے، ڈرو اس پروردگار سے جو زبردست پکڑ والا ہے اور حقیقت میں وہی عزت دینے والا ہے۔

جب زکوۃ آپ نے دیدی تو وہ اداھوگئی:

آپ کو اللہ تعالی نے ظاہر کا مکلّف بنایا ہے، غیب کا نہیں، اگر چندہ وصول کرنے والا اپنے کاغذات اور مدرسہ کے لوازمات دکھاتا ہے اور آپ کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ صحیح ہے اور آپ اپنی زکوۃ اس کو دیتے ہیں تو آپ کی زکوۃ ادا ہوگئی، آپ نے اس کو صحیح سمجھ کر رقم دی، تو آپ منجانب اللہ بری الذمہ ہوگئے، ہاں اگر تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ سامنے والا واقعی غلط اور فراڈی ہے یا یہ اس رقم کو صحیح جگہ پر استعمال نہیں کرے گا، تو آپ کی زکوۃ ادا نہ ہوگی، ایسی صورت میں اس کو زکوۃ نہ دینی چاہئے اگرچہ اخلاقاً اور اس کے سائل ہونے کے اعتبار سے اس کو ضرور کچھ نہ کچھ دیدیجئے اس لیے کہ سائل کا بھی حق ہے، بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ چندہ وصول کرنے والے اسی رقم میں سے کھاتے ہیں، اسی میں سے خرچ کرتے ہیں، سفر خرچ بھی اسی میں سے نکالتے ہیں تو یہ زکوۃ ادا نہیں ہوئی، تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے مد سے بھی خرچ کرتے ہیں تو آپ کو بدظن نہ ہونا چاہئے، اس لیے کہ اگر آپ ان کو زکوۃ اور صدقہ دیتے ہیں، تو کچھ اللہ کے بندے ان کو للہ، عطیہ اور امداد کی مدمیں بھی دیتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو خرچ کے لیے الگ سے رقم دیدیتے ہیں، تو آپ بدظن ہوکر خود کو کیوں گناہ میں مبتلا کررہے ہیں، اس لیے اس سلسلہ میں احتیاط کی ضرورت ہے اور تحقیق ہونے پر کہ یہ آدمی غلط ہے تو تذکیر واصلاح اور تنبیہ کرنی چاہئے۔

چندہ دلوانے والے اوران کی قسمیں:

چندہ دلوانے والے بھی کئی طرح کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو خود بھی چندہ دیتے ہیں اور پھر چندہ دینے والوں کی طرف رہنمائی بھی کرتے ہیں، مخیّرین حضرات کے پتے بھی بتاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ دین کا، مدرسہ کا تعاون ہو، ایسے لوگ مبارک بادی کے مستحق ہیں اور "الدال علی الخیر کفاعله" کے بموجب خود بھی دینے والے کے ساتھ اجر وثواب میں برابر کے شریک ہیں۔

دوسری قسم:

چندہ دلوانے والوں میں دوسری قسم ان لوگوں کی، یا ان بڑے مدارس یا تنظیموں کے ذمہ داروں کی ہے، جن کی تصدیق وتزکیہ اور تحریر پر تاجر حضرات اور مخیّرین لوگ چندہ دیتے ہیں، ان لوگوں میں اکثر علماء ہوتے ہیں اور کبھی غیر علماء بھی ہوتے ہیں، بعض حضرات تو ہر مدرسہ سے آنے والے کو تصدیق دیتے ہیں، بعض لوگ تصدیق تو دیتے ہیں مگر وہ اس میں تین ماہ، یا چھ ماہ یا ایک سال کی قید لگادیتے ہیں کہ یہ تصدیق اتنے دن کے لیے ہے، بعض تصدیق پر یہ لکھ دیتے ہیں کہ یہ صرف ہندوستان کے لیے ہے، بعض تصدیق دینے والے کہتے ہیں کہ تین سال کے بعد آنا یا دو سال کے بعد آنا تب آئندہ تصدیق ملے گی، تنگ نظری کی بھی انتہاء ہے۔

اللہ کے ان بندوں کو سمجھنا چاہئے کہ مدارس کا خرچ روزانہ ہوتا ہے، ماہانہ ہوتا ہے، سالانہ ہوتا ہے، ہر سال ضرورت پڑتی ہے، دو یا تین سال کے بعد چندہ کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ہر وقت پڑتی ہے اور زکوۃ بھی دو سال بعد یا تین سال بعد فرض نہیں ہوتی بلکہ زکوۃ حولان حول ہونے پر ہر سال فرض ہوتی ہے، اگر سارے لوگ یا سارے سفراء دو یا تین سال کے بعد آئیں گے تو اس زمانے کی زکوۃ کہاں جائے گی، اس لیے نہ سب کا ایک ساتھ سفر کرنا ممکن ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی نظام چل سکتا ہے، بس جس کو دینا ہے اکابر کی تصدیقات کی روشنی میں اگر تاجر کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ سفیر صحیح ہے تو دیدینا چاہئے، یقین نہ

ہوتو بھی سائل یا فقیر سمجھ کر کچھ نہ کچھ دیدینا چاہئے، مگراس کو برا سمجھنا یا جھڑکنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس سائل کو بھی جھڑکنے سے منع کیا ہے جو صرف اور صرف اپنے پیٹ کے لیے سوال کررہاہے، اور یہ سفیر تو دین کی نسبت اور مدرسہ کی نسبت پر سوال کررہاہے، اس کو جھڑکنا تو بدرجہا اولی گناہ اور حرام ہے۔

اللہ کے یہاں تاجر بھی مسئول اورسفراء بھی مسئول:

اللہ تعالی کے یہاں تاجر صاحب سے سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں مال دیا تھا کہاں خرچ کیا، کیسے خرچ کیا، وہ کہے گا اے اللہ! میں فلاں مدرسہ میں دیا، فلاں مسجد میں دیا، فلاں سفیر صاحب کو دیا اور تیرے دین کے کام میں دیا، اللہ فرمائیں گےتو جھوٹ کہتا ہےتو تو میری وجہ سے نہیں دیا، فلاں مولانا کی وجہ سے دیا، فلاں مولانا کے خط اور لیٹر کی وجہ سے یا فلاں تنظیم کی وجہ سے دیا، یا تونے اپنی شہرت کی وجہ سے دیا، تیرا ہمارے یہاں کچھ نہیں اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو لے جاؤ اور جہنم میں ڈالدو، اگر تاجر صاحب نے ہرآنیوالےکوحسب حیثیت اللہ کی رضامندی کی خاطر دیا تو اللہ تعالی اس کو دنیا میں بھی نوازیں گےاورآخرت میں بھی وہ سرخ روہوگا، رہا مسئلہ سفیر صاحب کا تو وہ بھی اللہ کے یہاں مسئول ہوگا، اللہ تعالی اس سے پوچھیں گے کہ فلاں جگہ سے فلاں تاجر نے تم کو اتنی رقم دی تھی کہاں خرچ کی، کہاں لگائی، اب اگراس نے صحیح مصرف میں اور صحیح جگہ لگائی ہوگی تو وہ کامیاب ہوگا اور اللہ کی پکڑ سے بچ جائے گا، اگر صحیح جگہ نہیں لگائی تو اس کو اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچاسکتا، وہ دنیامیں بھی ذلیل ہوگااورآخرت میں خسارہ میں رہے گا۔

تصدیقات میں وقت اور ملک کی قید قیود زائد ہ اور شروط فاسدہ ہیں:

جس کی تصدیق چلنے لگےتو وہ پھر یہ سمجھتا ہے کہ سارا حق اسی کا ہے، تصدیقات میں وقت کی قید اور ملک کی قید، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قیود زائدہ اور شروط فاسدہ ہیں اور تصدیق دینے والے کی تنگ نظری پر دال ہیں، بعض حضرات آنے والے کی تذلیل وتضحیک اور توہین وتحقیر کے بعد اس کو تصدیق دیتے ہیں، بعض یہ سب کرنے کے بعد بھی نہیں دیتے۔

تصدیق دینے والوں کو اللہ کا شکراداکرناچاھئے:

جن لوگوں کو اللہ تعالی نے یہ مقام اور عزت دی ہے کہ ان کی تحریر یا تزکیہ پر مسلمان مخیّرین تعاون کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ اس کارخیر میں ہاتھ بٹانا چاہئے، اگر وہ اپنی مشغولیات کی وجہ سے اس کام میں اپنا حرج سمجھتے ہیں یا اس کو دین کا کام نہیں سمجھتے، دین میں تعاون نہیں سمجھتے، اور چندہ مانگنے والوں کو بھکاری، شرک خفی میں مبتلا اور انتہائی بے شرم سمجھتے ہیں، تو ان کو ایک اعلان کے ذریعہ سے اپنے کو اس کام سے بری کرلینا چاہئے اور اس کے بعد پھر وہ کسی کو کوئی تحریر نہ دیں، جس سے تاجر لوگ یہ سمجھ لیں کہ وہ کسی کو تصدیق نہیں دیتے اور جو لوگ اس تصدیق کے عمل کو دین میں تعاون علی البر والتقوی سمجھتے ہیں اور پھر اپنے نظام اور تحقیق کے مطابق تصدیق دیتے ہیں تو وہ بھی برابر اجر وثواب میں شریک ہیں، اللہ تعالی ان کو خوب نوازتا ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو، شہرت، نام ونمود اور جاہ طلبی مطلوب ومقصود نہ ہو۔

تیسری قسم:

بعض جگہ بعض شہروں میں کچھ تنظیمیں ہوتی ہیں، ان میں کہیں علماء اور کہیں غیر علماء ذمہ دار ہوتے ہیں، جن کی تصدیق پر اس شہر یا اس علاقہ میں کام ہوتا ہے، تو جو لوگ سفیر کے پاس معتبر علماء یا مشہور مدارس کے ذمہ داران کی تصدیقات کو دیکھ کر تصدیق دیتے ہیں، ایسے لوگ بھی دین کے حامی اور ناشرین میں ہیں۔

چوتھی قسم:

بعض لوگ جو آنے والے کے کاغذات میں بال کی کھال نکالتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اس کو فراڈی ثابت کردیں، اس کو پھنسانا چاہتے ہیں، اگر وہ تحقیقات کے بعد صحیح نکل جاتا ہے، تو اس کو تصدیق مل جاتی ہے اور اگر وہ بے چارہ کسی بات کو ثابت نہ کرسکا، تو اس کی شامت آجاتی ہے اور اس کی توہین کی جاتی ہے، اس طرح کے

لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ دور دراز علاقوں سے قوم کے بچوں کے لیے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کر کے آئیں ہیں، ان کا خرچہ بھی ہوا ہے، وقت بھی صرف ہوا ہے، ایسے مصدقین جوان چیزوں کو نہیں سمجھتے اور اپنے اصول وقوانین پر اڑے رہتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مرتبہ بڑے اچھے اچھے علماء بھی ان کی زد میں آ جاتے ہیں، مستحق مدارس کے ذمہ داران بھی نہیں بچ پاتے، اور وہ اللہ ہی سے اپنا شکوہ کرتے ہیں، ایسے تصدیق دینے والے ذمہ دار لوگوں کا برا حشر ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے، اس لیے اللہ سے ڈرنا چاہئے، جو قہار، زبردست پکڑنے والا اور عزیز ذوانتقام ہے۔

پانچویں قسم:

چندہ دلوانے والوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس میں بعض لوگ متدین باوقار، باوجاہت اور تجار کی نظروں میں قابل اعتماد ہوتے ہیں وہ بھی اہل مدارس کا چندہ کراتے ہیں، ان میں سے بعض تو واقعی مخلص للہ فی اللہ کراتے ہیں، بعض کمیشن پر کراتے ہیں، بعض نصفا نصفی کے حساب سے کراتے ہیں کیونکہ اس پر تاجر کو اعتماد ہے، اس لیے اس کی وجہ سے وہ بڑی رقم دیدیتا ہے، مگر وہ اس میں سے آدھی یا جتنا پرسنٹ متعین ہوتا ہے رکھ لیتا ہے، یہ بھی ایک قسم کا فراڈ اور دھوکہ ہے، اس لیے کہ اسلامی حکومتیں سرکاری عاملین کو بھی آدھا لینے کا حق نہیں؛ لیکن جو لوگ رہبری کرتے ہیں اور اپنی اجرت متعین کر لیتے ہیں کہ تمہارا کام جتنا بھی ہو، میں شام کو آپ سے اتنی رقم لوں گا، تو یہ معاملہ اور یہ اجارہ صحیح ہے، یہ اس کی صحیح اجرت ہے، حلال ہے کیونکہ معاملہ متعین شدہ ہے، مجہول نہیں ہے۔

چھٹی قسم:

چندہ وصول کرانے والے بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو محصلین کی ہمدردی اور مدرسہ کے تعاون کے سلسلہ میں چندہ کرنیوالے سے معاملہ طے کر لیتے ہیں، اور نقل مکانی کے لیے خود اپنی گاڑی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہیں اور چندہ کراتے ہیں، اور ان سے گاڑی کی اجرت متعین کر لیتے ہیں اور کھانا بھی متعین کر لیتے ہیں بلکہ گاڑی کا پٹرول بھی متعین کر لیتے ہیں اور چندہ کرنیوالے کا جتنا بھی چندہ ہو، وہ اپنی متعین شدہ رقم وصول کرتے ہیں اور چندہ کرنے والے کو تھوڑے وقت میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے، تو یہ بھی صحیح ہے اور اس سلسلہ میں عطیہ اور للہ کی مد سے اگر اجرت دی جائے تو زیادہ صحیح ہے، تاکہ زکوۃ کی رقم صحیح مصرف میں استعمال ہو، اس لیے کہ زکوۃ وصول کرنیوالے سفراء چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور اگر وکیل مؤکل کے مطابق زکوۃ صحیح مصرف میں استعمال نہ کرے گا تو مؤکل کی زکوۃ ادا نہ ہوگی اور وکیل گنہگار اور عنداللہ مسئول ہوگا۔

چندہ لینے والے:

چندہ لینے والوں میں مدارس کے ذمہ داران، مہتممین کرام، شیخ الحدیث، صدرالمدرسین، استاذ الاساتذہ، علماء کرام اور سفراء حضرات ہوتے ہیں، جو رمضان سے پہلے مختلف شہروں میں پہنچ جاتے ہیں، بعض پہلے روزے کو پہنچتے ہیں اور پھر روزے کی حالت میں ایک دوکان سے دوسری دوکان، ایک مارکیٹ سے دوسری مارکیٹ، ایک کمپنی سے دوسری کمپنی، ایک محلّہ سے دوسرے محلے، ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں، چھوٹے مدارس والے بھی ہوتے ہیں، بڑے مدارس والے بھی، پرانے بھی ہوتے ہیں، نئے بھی، نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہے، ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی پوری کوشش کرتا ہے، چپکے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ دوسرے کو پتہ نہ چل جائے، اگر کہیں سے ایک کو زیادہ رقم مل گئی، تو دوسرا فوراً پتہ لگا کر اس مخیرّ کے پاس جاتا ہے، اگر وہ اس کو کم دیتا ہے، تو یہ سفیر اس کی دھجیاں ادھیڑ کے رکھ دیتا ہے، جس کو زیادہ رقم ملی ہے، اور تاجر سے کہتا ہے کہ آپ نے اس کو تو زیادہ رقم دیدی، جہاں کچھ بھی نہیں، وہاں طلبہ بھی تھوڑے ہیں، کھانے والے ہے ہی نہیں، چھوٹا مدرسہ ہے، وہاں تو باہر سے بہت پیسہ آجاتا ہے، ان کو ضرورت نہیں، یا وہ کمیشن پر کام کرتا ہے، آدھے پہ کرتا ہے، یا فی کا پی سو روپیہ دینے پر کرتا ہے، اب اس کو اس بے چارے کے خلاف جو بھی کرنا پڑے یہ کسر نہیں چھوڑتا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو فراڈی ثابت

کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر بڑے مدرسہ والا ہے تو وہ چھوٹے کے بارے میں ایسے تأثرات پیش کرتا ہے، یا ایک علاقے والا ہے تو اپنے علاقے کے دوسرے شخص کی اہمیت کم کر کے اپنے نمبر بنانے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح ہر آدمی اپنے قلابے زمین وآسمان سے ملاتا ہے، یہ تو چندہ لینے والوں کا آپس کا حال ہے جو صحیح نہیں ہے، ہر ایک آدمی کو اس کا اپنا حق اور حصہ ہی ملتا ہے، دوسرے کا نہیں، پھر ایسی نازیبا حرکتیں کر کے کیا فائدہ؟۔

جودوسروں کی مددکرتاھے اللہ تعالی اس کی مددکرتاھے:

عام تجربہ سے یہ بات مشاہد ہے کہ جو دوسرے کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے، جو دوسرے کو فیل کرنے اور ناکام بنانے کی اسکیم چلاتا ہے، وہ خود فیل اور ناکام ہوتا ہے، جو دوسرے کے مدرسہ کی ترقی وآمدنی پر حسد کرتا ہے، اور اس میں مخالفت کر کے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، وہ خود اس ناشائستہ کردار کا خمیازہ بھگتا ہے، حدیث کے فرمان کے مطابق جو دوسرے بھائی کا تعاون کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی مدد کرتا ہے"واللّٰہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون أخیہ"۔

چندہ دینے والے کومجبور نھیں کرنا چاھئے :

جو لوگ پرانے ہیں اور ان کا چندہ متعین ہے، وہ تو اپنا متعینہ چندہ جا کر لے لیتے ہیں، اگر ان کو گذشتہ سال سے زیادہ ملا ہے تو سبحان اللہ! اور اگر امسال تاجر نے کاروبار ہلکا ہونے کی وجہ سے کم دیا ہے، تو پھر اس کو شرمندہ کیا جاتا ہے، کہ آپ نے گذشتہ سال تو اتنا دیا تھا، اب کہ مدرسہ کا خرچہ بھی زیادہ ہے، طلبہ کی تعداد بھی کثیر ہے، قرض بھی کافی ہے، مگر آپ کم دے رہے ہیں، وہ بے چارہ اپنے حالات بعض مرتبہ بتاتا ہے، بعض مرتبہ چپکے سے معذرت کر کے آئندہ پر محول کر دیتا ہے، یہ بھی چندہ کے آداب کے خلاف ہے۔

چندہ دینے والے کو قدیم وجدید کی شرط نھیں لگانا چاھئے:

جہاں نئے پرانے کا مسئلہ ہوتا ہے، وہاں سفیر صاحب اپنے آپ کو پرانا ثابت کرنے کے لیے، پرانا جعلی ریکارڈ بناتے ہیں، جو مخیّرین اپنے پاس ریکارڈ نہیں رکھتے وہ سفیر صاحب کا ریکارڈ دیکھ کر اس کو دیتے ہیں، یہاں دونوں مجرم ہیں، مخیّر تو اس لیے کہ اس نے قدیم وجدید کی شرط لگائی، جو شرعاً درست نہیں ہے، سفیر صاحب اس لیے کہ اس نے جعل سازی کی اور اسکی جعل سازی میں مخیّر بھی برابر کا شریک ہے، اگر مخیّر کی گنجائش نہیں تو احسن طریقے سے معذرت کر دے، پہلے سے کوئی قدیم نہیں، پہلے جدید بنتا ہے پھر قدیم۔

اگراللہ تعالی بھی آپ کو دینے میں شرط لگادے:

جب اللہ تعالی آپ کو دینے میں قدیم وجدید کی شرط نہیں لگاتا، تو آپ اس کے راستہ میں، اس کے دین کی نصرت میں دینے میں کیوں قدیم وجدید کی شرط لگاتے ہو، اگر اللہ تعالی بھی شرط لگادے کہ صرف پرانے تاجر ہی بزنس کریں گے، ان کو ہی منافعہ ہوگا، نئے تاجروں کو بزنس کی گنجائش نہیں، تو آپ کی نسل میں پیدا ہونے والے نئے تاجر کہاں جائیں گے، ایسے لوگوں کو بہت غور کرنے اور سوچنے کی ضرورت ہے۔

زمین وآسمان کے قلابے ملانے والاسفیر:

جو سفیر زیادہ لمبی چوڑی باتیں بناتا ہے، زمین وآسمان کے قلابے ملاتا ہے، جھوٹ طوفان بولتا ہے، تاجر صاحب اس کو خوب نوازتے ہیں، اس کی دعوت بھی ہوتی ہے، رات کے کھانے پر مدعو کیا جاتا ہے، ایسے سفراء کا یہ عمل بھی قابل مذمت ہے۔

تمام سفراء غلط اور فراڈی نھیں:

بعض مرتبہ چندہ دینے والے، سفیر یا چندہ وصول کرنے والے کو دیکھ کر منھ چڑھاتے ہیں، یا کرسی چھوڑ کر اندر چلے جاتے ہیں، یا اگر بیٹھے رہتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ بہت لوگ آتے ہیں، سب بوگس اور فراڈی آتے ہیں، اس لیے یا تو وہ بدتمیزی کرتے ہیں یا توہین آمیز باتیں اور غلط لوگوں کے قصے کہانیاں سناتے ہیں، یا کسی سفیر کی چرب زبانی یا اس کی مخلصانہ گفتگو سے متأثر ہو کر کچھ نہ کچھ دیتے ہیں، اس لیے ایسے تاجروں کو اللہ نے عقل ودولت دی ہے، سوچ سمجھ کر معاملہ کرنا

چاہئے، دولت کے نشہ میں آپے سے باہر نہ ہونا چاہئے، جو اللہ دینے پر قادر ہے، وہ لینے پر بھی قادر ہے، اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے۔

سفراء صحیح بھی ہوتے ہیں فراڈی بھی ہوتے ہیں:

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمام سفراء اس زمانے میں واقعی صحیح بھی نہیں ہوتے، کچھ جعلی اور فرضی ہوتے ہیں، مگر چونکہ اللہ نے اس دنیا میں دونوں طرح کے لوگ رکھیں ہیں، ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، صحیح بھی ہے غلط بھی، حلال بھی ہے حرام بھی، اگر ایک طرف نمرود ہے، تو دوسری طرف ابراہیم علیہ السلام، ایک طرف فرعون ہے تو دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام، ایک طرف ابولہب وابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں، تو دوسری طرف ابوبکر وعمر حضور پر جان نچھاور کرنے والے ہیں، غرضیکہ دنیا میں دونوں طرح کے آدمی رہیں گے، اچھے بھی اور برے بھی، اسی لیے تو صحیح لوگوں کے لیے جنت اور برے لوگوں کے لیے جہنم ہے۔

تاجر اور بزنس مین بھی سب صحیح نہیں:

تجار حضرات، بزنس مین بھی سب صحیح نہیں ہوتے اور نہ سب غلط ہوتے ہیں؛ بلکہ کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں، کچھ حلال کماتے ہیں کچھ حرام کماتے ہیں، کچھ ۹۰ر فیصد حلال کماتے ہیں ۱۰ر فیصد حرام، تو جو کمائی حلال ہے، صحیح بزنس وصحیح تجارت کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے، تو یہ صحیح مصرف میں استعمال ہوگی، صحیح چندہ وصول کرنے والے کے مقدر میں جائیگی اور صحیح جگہ لگے گی، لیکن تاجر کی اگر پوری کمائی حرام ہے، یا صرف دس فیصد حرام ہے، تو اس کا مصرف بھی تو کوئی ہونا چاہئے؟ یاد رکھو! یہ حرام کمائی غلط چندہ وصول کرنے والوں، فراڈی لوگوں پر جائے گی، اور وہ غلط جگہ استعمال ہوگی، تو معلوم ہوا کہ جب سو فیصد تاجر بھی حلال کمانے والے نہیں ہیں، تو چندہ وصول کرنے والے بھی سو فیصد صحیح اور مستحقین نہیں ہو سکتے، اگر یہ بات تاجر صاحب کی سمجھ میں آ جائے تو وہ کسی کو فراڈی نہیں سمجھے گا، بلکہ ہر ایک کو اس کا مقدر ملتا ہے، غلط کو غلط، صحیح کو صحیح، اس سے غلط لوگوں کی ہمت افزائی مقصود نہیں بلکہ بتلانا ہے کہ اگر دنیا میں سارے سچے اور صحیح ہو جائیں، تو فرشتے تمہارے بستروں پر آ کر سلام کریں گے، اور دنیا میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا ہی نہیں ہوگا اور اس امت دعوت کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شعبہ ٹھپ ہو کر بلکہ بے فائدہ و بے سود ہو کر رہ جائے گا، اس لیے قیامت تک تاجر بھی غلط اور صحیح رہیں گے اور چندہ وصول کرنے والے بھی۔ واللہ اعلم

چندہ کرنیوالوں کا عمرہ کرنا:

جو سفرا چندہ کے وصول کرنے کے لیے بیرون ہند جاتے ہیں، ظاہر ہے ان کو ہوائی جہاز سے جانا پڑے گا، اگر پانی کے جہاز کا نظم ہے تو اس سے، اور اس سے جانے میں اس کو لمبا چوڑا خرچ کرنا پڑے گا، جو واقعی مدرسہ کا ہوگا، چونکہ اس زمانہ میں داخلی طور پر نقل مکانی کے لیے ٹرین وبس وغیرہ اور دوسرے ذرائع ہیں، ان میں بھی خرچ ہوتا ہے اور بیرون ہند جانے کے لیے ہوائی جہاز ہے، جس کا اور زیادہ خرچ ہوتا ہے، اور بیرون جانے والے کبھی براہ راست فلائٹ یا جہاز سے جاتے ہیں، اور کبھی ان کو راستے میں دوسرا جہاز بدلنا پڑتا ہے، مثال کے طور پر لندن جانے والا براہ راست بھی جا سکتا ہے اور وایا دبئی، وایا قطر، وایا ابوظہبی، وایا جدہ وغیرہ سبھی راستوں سے جا سکتا ہے، اس طرح سے اگر وہ جنوبی افریقہ، کناڈا، امریکہ، آسٹریلیا، ملیشیا، سنگاپور، برونائی وغیرہ جاتا ہے، تو اس کو بھی یہی راہ اختیار کرنی ہوتی ہے، اور وہ جن راستوں کے ذریعہ جاتا ہے مثلاً دبئی، قطر، ابوظہبی وغیرہ وہاں بھی ٹرانزٹ پر رکتے ہوئے کام کر لیتا ہے یعنی چندہ وصول کر لیتا ہے، تو اس سے ادارے کا فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی جب وہ وایا جدہ جاتا ہے تو جدہ میں بھی کام کر لیتا ہے، مکہ مدینہ میں بھی کام کر لیتا ہے، جس سے ادارے کا فائدہ ہو جاتا ہے، اب چونکہ جو مکہ جائے گا، چاہے بزنس وتجارت کی غرض سے جائے، یا چندہ کی غرض سے، تو ہر مسلمان پر مکہ پہنچ کر پہلا فریضہ عمرہ کی ادائیگی ہوتا ہے، تو یہ مکہ کا بھی حق ادا ہوا، اور اس کے چندہ کرنے سے ادارے کا بھی بھلا ہوا، اور چونکہ اس کو مدینہ بھی جانا ہے، وہاں چندہ بھی مقصد ہے، اور اگر چندہ مقصد بھی نہ ہو، تو اس کے اپنے نبی سے محبت کا تقاضہ ہے کہ وہ مدینہ کی بھی زیارت کرے، تو

یہ بھی کوئی گناہ نہیں، جب اس شکل میں مدرسہ کا فائدہ ہو رہا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

ہاں اگر جدہ اور مکہ مدینہ جائے اور تینوں جگہ واقعی مدرسہ کا فائدہ نہیں ہوا؛ لیکن اس نے عمرہ یا حج کیا تو یہ تو اس کا ذاتی عبادت کا عمل تو صحیح ہوگیا، اور چندہ کچھ نہ ہوا، تو بھی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ نہیں، اس لیے کہ بعض مرتبہ سفیرا پنے ملک ہی میں مثلاً دہلی، گجرات، ممبئی چندہ کے لیے جاتا ہے اور مدرسہ کا خرچ بھی ہوتا ہے، مگر خاطر خواہ چندہ نہیں ہوتا؛ بلکہ مدرسہ کو نقصان بھی بعض مرتبہ ہوتا ہے، تو چندہ کے کام میں چونکہ کوئی گارنٹی نہیں کہ سب کو بالکل اور مکمل سو فیصد کامیابی ہو ہی جائے، تو بس یہی حالت عمرہ والے کی ہے، البتہ جس کو مدرسہ کے سلسلہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور وہ جدہ سے مکہ اور مدینہ تک جتنا خرچ ہوا ہے، اپنی جیب سے اس خرچ کو لگائے، چونکہ مدرسہ کا فائدہ نہیں ہوا، اس لیے وہ اگر ایسا کرتا ہے تو اس کی دیانت داری اور تقوی کی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر مخلص اور سچا مسلمان اپنی عبادت کو خاص طور سے عمرہ و حج کی عبادت کو تو خالص اپنے رب کی رضا کے لیے اور اپنی حلال کمائی ہی سے کرنا پسند کرتا ہے، بعض لوگوں اور تاجروں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ جو سفرا چندہ کے لیے افریقہ وغیرہ جاتے ہیں، وہ اسی زکوۃ اور مدرسے کے پیسے سے عمرہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں، یہ ان کی غلط فہمی ہے، کیونکہ ان سفراء کو بھی تو کچھ اللہ کا خوف اور اللہ کا ڈر ہے، جب آپ تاجر ہو کر اپنی سچائی اور اللہ سے ڈر کا دم بھرتے ہو، تو جو سفراء علماء اور دین سے نسبت رکھنے والے ہیں، کیا ان کو اللہ کا کچھ بھی خوف نہیں ہوگا، اگر وہ راستے میں ٹرانزٹ پر عمرہ یا حج کر لیتے ہیں تو یہ ایک جائز عمل اور اچھا کام ہے، جس کی ہر خاص و عام مسلمان کو تمنا رہتی ہے، یہ گناہ کا کام تو ہے نہیں جس کو ایشو بنا کر سفراء کو بدنام کیا جائے، ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

فرضی چندہ کرنے والے:

البتہ جو سفیر فرضی کاغذات تیار کر کے نکل جاتے ہیں، وہ اپنے لیے آگ تیار کرتے ہیں، چند سالہ زندگی کے لیے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں، بیوی بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں، ان کے اور اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، اپنے کو ہلاکت و مصیبت میں ڈال رہے ہیں، اس طرح فرضی کاغذات پر مدرسہ کے نام سے چندہ کسی صورت میں حلال نہیں، جو لوگ کمیشن پر چندہ کرتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے، اگر چہ بعض علمائے مدارس نے اسکو بھی جائز قرار دے رکھا ہے (واللہ اعلم) لیکن آدھے پر یا فی کاپی ۱۰۰/ یا ۲۰۰/ روپیہ پر چندہ کرنا جائز نہیں۔

چندہ بذریعہ ڈاک:

چندہ لینے والوں کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ مدارس کے ذمہ داران مخیّرین حضرات کو ڈاک بھیجتے ہیں، جس میں مدرسہ کا آمد و خرچ کا گوشوارہ، منی آرڈر فارم اور مدرسہ کے احوال و کوائف ہوتے ہیں، مخیّرین حضرات حسب حیثیت منی آرڈر فارم کے ذریعہ رقم بھیجتے ہیں، جو مدارس مستحق ہیں وہ تو صحیح ہیں؛ لیکن بعض ایسے مدارس کہ واقعی خرچہ کے لیے تو ان کو پیسے کی ضرورت ہے؛ لیکن اپنی ڈاک میں لمبا چوڑا خرچ، کئی سو کوئنٹل غلہ اور لاکھوں کی رقم کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں، اس جھوٹ کے ذریعہ جو رقم آتی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس سلسلہ میں بعض مرتبہ ابتدائی مدارس والے ڈاکخانہ والوں سے ایڈریس بھی خریدتے ہیں اور پھر منی آرڈر پر جو رقم آتی ہے، تو ڈاکخانہ والے ان کے ساتھ من مانی کرتے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو بھی مل رہا ہے ٹھیک ہے اور ڈاک خانے والے محسن ہیں، یہ صحیح نہیں، ان سب باتوں کی وجہ سے مدارس میں آج بے برکتی سب پر عیاں ہے، اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے، چندہ دینے والوں کو بھی صحیح شعور اور ضرورت کے احساس کی توفیق عطا فرمائے، چندہ دلوانے والوں کو بھی خیر کے کاموں میں مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور چندہ حاصل کرنے والوں کو بھی مدرسہ کے لیے حلال طریقے سے مال حاصل کرنے اور پھر صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀❀❀❀

سفرنامہ

کھارا پانی سے کالا پانی جزائر انڈومان کا دعوتی سفر

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

بچپن میں تعلیم کے دوران جب انگریزوں کی ہندوستانیوں پر ظلم وستم کی داستان بیان کی جاتی تو اس میں بار بار کالا پانی کا جملہ سننے کو ملتا تھا، ظاہر بات ہے کہ کالا پانی میں جلا وطنی کی سزا سے جو تصور ذہن میں ابھرتا وہ یہی تھا کہ اس جزیرہ کے آس پاس کا پانی قدرتی طور پر بہت ہی کالا ہوگا، جس کو دیکھ کر سب سے پہلے قیدیوں کی حالت گھبراہٹ میں ناگفتہ بہ ہوجاتی ہوگی اور پھر وہاں کے مناظر بھی ایسے ہیبت ناک ہونگے کہ ان پر ہیبت طاری ہوتی ہوگی، لیکن میں جب ۱۶/نومبر ۲۰۰۸ء کو پہلی مرتبہ اسلامک فاؤنڈیشن آئس لینڈ کی دعوت پر کالا پانی جزائر انڈومان پہنچا، تو میرے اس غلط تصور وتخیل کی اصلاح ہوگئی، نہ وہاں کے سمندر کا پانی گہرا کالا تھا اور نہ وہاں کے مناظر ہیبت ناک تھے، بلکہ مجھے یہاں وہ قدرتی وفطری حسین مناظر دیکھنے کو ملے جو روئے زمین کی جنت کہی جانے والی وادئ کشمیر اور اس کی برف پوش گلمرگ کی پہاڑیوں کے بعد ہمارے پورے ملک میں کہیں نظر نہیں آئے۔

ہندوستان سے ان جزائر کی غیر معمولی دوری کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انڈومان کی جنوبی سرحد سے ملیشیا صرف ایک سو کلومیٹر دور ہے، اسی طرح اس کی سرحد کی لمبائی کا اندازہ صرف اس سے ہوتا ہے کہ اس کی شمالی سرحد سے برما صرف ایک سو بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، انڈومان پوری دنیا میں اس اعتبار سے اپنی الگ پہچان رکھتا ہے کہ وسطی انڈومان میں تقریباً ساڑھے چھ سو مربع کلومیٹر کے جزیروں میں پتھروں اور فولاد کے زمانہ (stone age) کے تہذیب وتمدن سے عاری وحشی قسم کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو ہمیشہ برہنہ رہتے ہیں، پوری دنیا میں ان کی زبان کوئی نہیں سمجھ سکتا، وہ مہذب انسانوں سے دور بھاگتے ہیں، زندگی بھر جنگلوں سے باہر نہیں نکلتے، ان کے سر گول ہیں اور آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہیں؛ لیکن ان کے دانت نہایت چمکیلے وسفید اور بال گھنگریالے ہیں، ان کی غذا کیڑے مکوڑے، سمندری کیچوے اور جنگلی پھل ہیں، آج بھی وہ ماچس کے بجائے پتھر رگڑ کر آگ جلاتے ہیں، ان کے مکانات اور رہن سہن کو دیکھ کر ہر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرت آدم کے زمانہ کے قرن اول کے لوگ ہیں، زمانہ میں رونما ہونے والے کسی بھی واقعہ یا زمین پر ہونے والے کسی بھی حادثہ کا نہ ان کو علم ہے نہ اس سے کوئی واسطہ، حکومت کا کوئی قانون ان پر نافذ نہیں ہوتا، یہ لوگ شہری اور مہذب انسانوں سے وحشت کرتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں یا پھر ان پر حملہ کرتے ہیں، ان کے علاقوں کو حکومت نے محفوظ قرار دے کر اس کے آس پاس پہرہ بٹھا دیا ہے، سرکاری اجازت کے بغیر کوئی وہاں نہیں جاسکتا، آج بھی ان وحشی انسانوں کی تعداد کا صحیح علم نہ حکومت کو ہے اور نہ کسی اور کو۔

انڈومان کے یہ جزیرے تو صدیوں سے آباد ہیں اور وہاں کے قریب سے ہمیشہ تجارتی وسیاحتی قافلے گزرتے رہے لیکن وہاں رک کر مستقل آباد ہونے کی ان وحشی انسانوں سے ڈر کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں ہوئی، پہلی دفعہ ۱۷۸۹ء میں ہندوستان پر حکومت کرنے والے انگریزوں نے یہاں نوآبادیاتی نظام قائم کیا اور ہندوستانی قیدیوں کی بڑی تعداد کو یہاں بھیج دیا، اس میں سے ۹۰ رفیصد لوگ یہاں کی آب

وہواراس نہ آنے کی وجہ سے مر گئے، ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد دوبارہ ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے طویل المیعاد قیدیوں کا ایک دوسرا قافلہ یہاں بھیجا، پہلی دفعہ ۱۸۷۹ء میں یہاں آباد مہذب انسانوں کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچی، دوسری جنگ عظیم کے بعد برما کے ساتھ انڈومان پر بھی جاپانیوں نے قبضہ کرلیا اور انہوں نے بھی یہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں لیکن ۱۹۴۷ء میں ہندوستان نے اپنی آزادی کے ساتھ انڈومان کو بھی اپنے حدود میں شامل کرلیا اور اقوام متحدہ نے بھی اس کے اس قبضہ کو تسلیم کرلیا۔

اس وقت انڈومان ۵۰۰/جزیروں پر مشتمل مرکزی حکومت کے زیر انتظام ایک صوبہ کا نام ہے لیکن اس میں صرف تیس جزیروں میں آبادی پائی جاتی ہے جبکہ پوری دنیا میں اس طرح کے سات لاکھ سے بھی زائد جزائر ہیں، یہاں اسمبلی نہیں ہے اور نہ وزیر اعلی بلکہ مرکز کی طرف سے لیفٹینٹ گورنر پورے صوبہ کا نظم چلاتا ہے، پارلیمان کی یہاں صرف ایک سیٹ ہے جس پر گذشتہ الیکشن میں پہلی مرتبہ بی جے پی قابض ہوگئی ہے، پورا رقبہ ۸۲۵۰/مربع کلومیٹر ہے، لیکن آبادی صرف ساڑھے چار لاکھ کے آس پاس ہے جن کی زیادہ تر تعداد کا تعلق ان قیدیوں کی نسلوں سے ہے جو کالا پانی سے رہائی کے بعد بھی یہیں رہ گئے تھے اور مقامی یا رہا ہونے والی عورتوں سے شادی کی تھیں، خوشی کی بات یہ ہے کہ پورے ملک میں کیرلا کے بعد یہاں سب سے زیادہ تعلیمی تناسب ۸۲/فیصد ہے، مسلمانوں کی آبادی اس میں تقریباً ۱۲/فیصد ہے۔

میرے ساتھ اس سفر میں میرے ہم وطن اور علمی ودینی ذوق کے حامل اور آل انڈیا ملی کونسل تامل ناڈو کے سکریٹری جناب عبدالرحیم صاحب پٹیل تھے، جو چنائی سے واپسی تک میرے ہم سفر رہے، منگلور سے بنگلور اور چنائی ہوتے ہوئے میرا یہ سفر انڈومان تک ہوائی جہاز سے ہوا جس کا ٹکٹ ہمارے میزبان نے پہلے ہی روانہ کردیا تھا لیکن یہ کرایہ اتنا مہنگا تھا کہ میں اتنے ہی پیسے میں تین دفعہ ہندوستان سے دبئی یا مسقط جاکر آسکتا تھا، چنائی سے بحری جہاز بھی جاتے ہیں لیکن عام طور پر اس میں ڈھائی دن صرف جانے میں لگتے ہیں، چنائی سے ہم لوگ انڈومان کے لئے ۱۶/نومبر کی صبح روانہ ہوئے، جب ہمارا جہاز ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر محو پرواز تھا تو میرا ذہن فوراً خود اپنی تحریر کردہ نصابی کتاب بین الاقوامی واسلامی جغرافیہ کے اس باب کی طرف منتقل ہوگیا جو سمندری معلومات کے ساتھ خاص تھا، بحر ہند جس پر سے ہم سفر کررہے تھے اور جس میں یہ انڈومان کے جزائر واقع ہیں، دنیا کا تیسرا بڑا سات کروڑ پینتیس لاکھ مربع کلومیٹر چوڑا سمندر ہے، اس کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ صرف اس ایک سمندر میں براعظم ایشیا اور افریقہ کے تمام ممالک یا براعظم یورپ جیسے آٹھ براعظم سما سکتے ہیں، اس طرح یہ پوری دنیا کے بیس فیصد پانی کو گھیرے ہوئے ہے، بعض جگہ اس کی گہرائی ۲۵ ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے، بالفاظ دیگر اس میں ڈھائی ہزار منزلہ عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے، جسکی پہلی منزل اس کی تہہ میں ہوتو آخری منزل سطح سمندر پر، بحر عرب، خلیج فارس اور خلیج بنگال سب اسی میں واقع ہیں، اس سمندر میں اللہ رب العزت نے کروڑوں کی تعداد میں وہیل مچھلیاں رکھی ہیں جس میں سے صرف ایک مچھلی کے منہ میں بیک وقت بیس پچیس آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں اور اس کی لمبائی ڈیڑھ سو فٹ سے زائد ہوتی ہے اور آٹھ نوسو آدمی کی غذا کے بقدر اس کی ایک وقت کی غذا ہے، میں نے دل میں سوچا کہ اللہ رب العزت جب صرف ایک مچھلی کو روزانہ اس قدر کھلاتے ہیں تو اس کے خزانہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا جبکہ اس ایک مچھلی کی طرح ایک کروڑ سے زائد مخلوقات اس نے اس دنیا میں پیدا کی ہیں، اللہ تعالی کی رزاقیت کی اسی ایک صفت پر غور وخوض اس کو تنہا خالق ومالک اور احکم الحاکمین ماننے کے لئے کافی ہے، بشرطیکہ انسان ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرے۔

ابھی میں اسی خیال میں مست تھا کہ اعلان ہوا کہ ہمارا جہاز راجدھانی پورٹ بلیئر میں اترنے والا ہے، تھوڑی دیر میں ظہر کے وقت ہم ائیر پورٹ سے باہر نکلے تو ہمارے استقبال کے لئے ہمارے داعی اور اسلامک فاؤنڈیشن انڈومان کے چیرمین جناب عبدالغنی صاحب

اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے جن میں سرفہرست جناب یامین صاحب تھے جو پورے انڈومان میں سب سے بڑے سرکاری عہدہ پر الیکٹرک سٹی ڈپارٹمنٹ میں چیف انجینئر کے عہدہ پر فائز ہیں اوران کے ماتحت پانچ سو سے زائد لوگ کام کرتے ہیں، ان کا دعوت وتبلیغ کے کام سے گہرا تعلق ہے، عبدالغنی صاحب خود بھی یہاں کے سب سے ممتاز اور بڑے تین چار مسلم تاجروں میں سرفہرست ہیں، وہ ان پورے جزائر میں ٹاٹا کی گاڑیوں کے شوروم کے مالک ہیں، اس کے علاوہ اسپیر پارٹس کی بھی ان کی دکانیں ہیں، عمر اسّی ۸۰ سال سے زائد ہے لیکن اپنے جذبات واحساسات اور اپنی چستی وپھرتی میں کسی جوان سے کم نہیں، گریجویٹ ہیں لیکن اسی کے ساتھ نہایت دیندار، بااخلاق، متواضع اور خالص دینی فکر کے حامل ہیں، وہ ۱۹۶۰ء میں تمل ناڈو سے ہجرت کرکے یہاں مقیم ہوئے تھے، ۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۴ء تک وہ انڈومان وقف بورڈ کے چیرمین بھی رہے، جب ہم ائیر پورٹ سے ہوٹل جارہے تھے تو محسوس ہوا کہ یہاں کی کوئی سڑک نہ سیدھی ہے نہ مسطح، ظاہر بات ہے کہ جزیرہ میں اس طرح ہونا بعید از قیاس نہیں تھا، ظہر وعصر دونوں نماز جمع کرکے کھانا کھا کر ہم لوگوں نے تھوڑی دیر آرام کیا، ہوٹل سے باہر پانچ بجے یہ سوچ کر نکلے کہ شاید عصر کی اذان کا وقت ہوگا لیکن مغرب کی اذان ہورہی تھی، معلوم ہوا کہ ہندوستان کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک سورج کو پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ گھنٹے لگتے ہیں، اسلئے کہ مغربی ساحل پر اس وقت ہمارے شہر بھٹکل (کرناٹک) میں ساڑھے چھ بجے کے آس پاس سورج ڈوب رہا تھا، اگر انڈومان ہندوستان کے بجائے کسی اور ملک میں ہوتا تو یقیناً ڈیڑھ گھنٹہ کا ہماری گھڑیوں میں فرق ہوتا لیکن ایک ہی ملک میں ہونے کی وجہ سے لوکل ٹائم یکساں رکھا گیا جبکہ اسٹینڈرڈ ٹائم میں ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق تھا، مغرب بعد شہر کے ذمہ داران کے ساتھ ہوٹل کی لابی میں ہم گفتگو کررہے تھے، یامین صاحب اپنی کرسی سے اٹھ گئے اور دوسری کرسی پر بیٹھ گئے، ایسا انہوں نے دوتین دفعہ کیا بعد میں دوسرے دن اخبار میں یہ خبر پڑھنے کو ملی کہ کل مغرب بعد انڈمان میں اسی وقت زلزلہ آیا تھا اور یامین صاحب کا کرسی بدلنا اسی کا نتیجہ تھا، لوگوں نے بتایا کہ وقفہ وقفہ سے زلزلوں کے جھٹکے محسوس ہونا یہاں عام بات ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی کو یہ محسوس ہوتے ہیں اور کسی کو نہیں۔

دوسرے دن صبح پروگرام کے مطابق ہم لوگوں نے اسلامک فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام الأمت اسکول وکالج کا معائنہ کیا، اس اسکول میں تین چار سال سے ہماری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کرناٹک کی عصری اسکولوں کے لئے تیار کردہ اسلامیات کی کتابیں داخل ہیں جو الحمدللہ پورے ملک کے آٹھ سو سے زائد اسکولوں کے علاوہ سنگاپور، تھائی لینڈ، پاکستان وغیرہ کے کئی اسکولوں میں بھی داخل نصاب ہیں، برطانیہ میں اس کا انگریزی ترجمہ ہوا ہے، U.K.G تا دسویں تک کی یہ گیارہ کتابیں اس طرح تیار کی گئی ہیں کہ اگر کسی اسکول میں ہفتہ میں دوتین دن بھی دینی واسلامی تعلیم کے لئے دیئے جائیں تو دسویں تک پہنچتے پہنچتے ایک مسلم طالب علم منی عالم ہوسکتا ہے، بنگلور سے چار سال قبل ہمارے کچھ دوست جناب ذکی صاحب بنگلوری اور مولانا شبیر صاحب ندوی جماعت میں جب انڈومان گئے تھے تو انہوں نے عبدالغنی صاحب سے ہماری ان کتابوں کا تعارف کرایا تھا اور یہیں سے ہمارا ان سے ربط وتعلق ہوگیا تھا۔

ادھر دوسال سے الأمت اسکول میں اسلامیات کے امتحانات ہماری بھٹکل ہی کی اکیڈمی کے زیر اہتمام ہوتے ہیں جس کے تحت کامیاب ہونے والے ممتاز طلباء کو گولڈ میڈل (خالص سونے کی گنی) اور سلور میڈل اور سرٹیفکیٹ وغیرہ دیئے جاتے ہیں، اس سال الحمدللہ اکیڈمی کے ان امتحانات میں جو پورے ملک کے دوسوسات اسکولوں وسینٹرس میں ہوئے ۳۵ ہزار سے زائد طلباء نے شرکت کی تھی جس میں ایک بڑی تعداد غیر مسلم طلباء کی بھی تھی۔

عبدالغنی صاحب اور اسکول انتظامیہ کا یہ تاثر تھا کہ الحمدللہ اسلامیات کی ان نصابوں کے داخل نصاب ہونے کے بعد الحمدللہ مسلم

طلباء میں دینی نقطہ نظر سے بڑی تبدیلی آرہی ہے اور خود بچوں کے والدین کو بھی اس کا احساس ہے، اس لئے اس مرتبہ الامت اسکول کی طرف سے پورے انڈومان کے سرکاری و پرائیویٹ اسکولوں کے طلباء کے لئے سالانہ چھٹیوں میں ایک ماہ کا تربیتی کیمپ الگ سے رکھا گیا جس میں اسلامیات کی ان کتابوں کی تعلیم دی گئی، اس پورے نظام کو بھٹکل اکیڈمی سے جاکر مولانا سالم صاحب ندوی اور مولانا داؤود صاحب خلیفہ ندوی نے سنبھالا تھا، الحمد للہ ان دونوں کی محنت کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے، قلب شہر میں اپنے خوبصورت کیمپس میں واقع الأمت اسکول میں بارہویں تک تعلیم ہوتی ہے، ساڑھے سات سو سے زائد طلباء ہیں جس میں ۲۵ رفیصد غیر مسلم بچے بھی ہیں، انگلش میڈیم ہونے کے باوجود اردو نصاب میں داخل ہے، لیفٹیننٹ گورنر نے اس اسکول کے لئے اب شہر سے قریب ڈیڑھ ایکڑ زمین دی ہے جہاں ان کا ایک بڑا تعلیمی منصوبہ انشاء اللہ زیر عمل آنے والا ہے۔

دوسرے دن ہم نے مختلف جزائر کی سیر کی جس میں روس آئی لینڈ قابل ذکر تھا جہاں آزادی سے قبل انگریز لیفٹیننٹ جنرل کا خوبصورت محل آج بھی وہاں پہاڑ کی چوٹی پر ہے، اس کے علاوہ اُس زمانے میں سمندر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کرنے کیلئے جو مشینیں لگائی گئی تھیں وہ بھی موجود ہیں، ہم نے بعض ان جزائر کا بھی دورہ کیا جہاں صرف کیرلا سے ہجرت کرکے آنے والے آباد ہیں، وہاں جاکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ کیرلا ہی کے کسی محلّہ میں ہیں حتی کہ ان لوگوں نے منارگھاٹ، منجیری، ملاپورم، کالی کٹ وغیرہ شہروں کے نام بھی ان علاقوں کے رکھ دیئے ہیں اور اسی نام سے یہ علاقے موسوم ہیں اور حکومت بھی اسے تسلیم کرتی ہے، عصر بعد ہم نے انڈومان کی سب سے اہم وممتاز اور تاریخی چیز کو دیکھا اور وہ سیلولر جیل تھا جس میں آزادی سے قبل ہزاروں مجاہدین کو سالوں تک قید رکھا گیا تھا اور جس سے ان کی خونی داستانیں وابستہ تھیں، سات کونوں والی سمندر کے کنارہ واقع یہ یادگار جیل آج بھی اسی حالت میں موجود ہے لیکن اس میں سے ایک بڑے حصہ کو جو چار کونوں پر مشتمل تھا منہدم کردیا گیا ہے، پھانسی کے وہ کمرے اور پھندے، سزاؤوں میں استعمال ہونے والے آلات وغیرہ بھی محفوظ رکھے گئے ہیں، جگہ جگہ ان کمروں کے باہر اور برآمدوں وغیرہ میں ان مجاہدین کے نام کتبوں میں لکھے ہوئے ہیں لیکن افسوس اس میں مسلم مجاہدین کے نام نہ ہونے کے برابر ہیں، صرف مجاہدین آزادی میں شیر علی کا نام نمایاں ہے جس نے ۱۸۷۲ء میں ملک کی آزادی کے لئے انگریز وائسرائے کو قتل کردیا تھا جس کی پاداش میں اس کو اس جیل میں ۱۸۷۹ء میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی، حالانکہ اسی جیل میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے شاگرد اور جنگ آزادی کے نامور مجاہد مولانا فضل حق خیرآبادی اور حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک سے وابستہ علماءِ صادقپور میں سے مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ صادقپوری نے بھی بطور سزا زندگی کے آخری ایام کاٹے تھے اور یہیں وہ مدفون بھی ہوئے لیکن ان کا تذکرہ دور دور تک نظر نہیں آیا۔

مولانا جعفر تھانیسری اور مولانا عبدالرحیم صادقپوری بھی کالا پانی میں قید رہے لیکن کچھ سالوں بعد ان کو واپس بھیج دیا گیا، اس تاریخی جیل کے معائنہ کے بعد جب ہم شام کو واپس اپنے مستقر لوٹے تو بعد نماز مغرب کانفرنس ہال میں انڈومان کے مسلم عمائدین، دانشوران اور مختلف اداروں کے ذمہ داران اور مسلم سرکاری افسران وغیرہ جمع تھے جن سے ہم کو خطاب کرنا تھا، ہم نے الحمد للہ ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں مسلم خواص کی دعوتی ذمہ داریاں اور نئی مسلم نسل کے تئیں ہمارے فرض منصبی کے موضوع پر گفتگو کی اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ ہم ان جزائر میں جہاں مختلف ممالک کے سیاحوں کی بڑی تعداد میں آمد ورفت رہتی ہے اپنی تجارت وملازمت کے ساتھ کس طرح دعوتی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور خود اپنی نئی نسل کو اعلی تعلیم کے ساتھ کس طرح فکری و ذہنی ارتداد سے بچا سکتے ہیں، الحمد للہ بڑے پرسکون ماحول میں گفتگو ہوئی اور توجہ سے ان گذارشات کو سنا گیا۔

﴿بقیہ اگلے صفحہ ۵۲...... پر﴾

جنگ آزادی میں ندوۃ العلماء کا کردار

مولانا عبدالوکیل ندوی بارہ بنکوی

''جنگ آزادی میں ندوۃ العلماء کا کردار'' کی یہ دوسری قسط ہے، اس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا جذبہ آزادی، مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی کی کم عمری اور آزادی کی جدوجہد، اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا بچپن اور تحریک آزادی جیسے اہم عنوانات درج ذیل ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا جذبہ آزادی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے لکھنؤ کے اس گھر میں آنکھیں کھولیں جو تحریک آزادی ہند کے رہنماؤں وقائدین کا گزرگاہ اور قیام گاہ تھا، یعنی آزادی ہند کے عظیم رہنما شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی وہاں تشریف لاتے اور کئی کئی دن قیام کرتے اور جب دارالعلوم دیوبند میں مولانا رابع حسنی ندوی نے وقت گزارا تو حضرت مدنی کے مکان پر بھی چند دن قیام کیا، اس طرح خلوت وجلوت میں انہوں نے حضرت مدنی کے شب وروز دیکھ کر وہ دردفکر لیا جس کے وہ حامل تھے، دوسری طرف ڈاکٹر سید عبدالعلی آپ کے ماموں تھے جو لکھنؤ میں جمعیۃ العلماء کے مداحوں میں سے تھے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی تحریک آزادی میں جو مساعی جمیلہ ہیں اس سلسلہ میں راقم کے استفسار پر کہتے ہیں کہ آزادی کے وقت میری عمر بیس بائیس سال تھی اور ایک نوجوان کو اپنے ملک قوم سے جو محبت ہوتی ہے وہ جذبات میرے اندر بھی پائے جاتے تھے اس لیے میں بھی جلسے جلوس میں کثرت سے شریک ہوتا اور جمعیۃ العلماء جو کانگریس کے پلیٹ فارم کا ایک نایاب حصہ تھا، جس کی خدمات وطن کے تعلق سے بہت نمایاں ہیں، ہم بھی اس کے سرگرم رکن کے طور پر کام کرتے، جھنڈے لگاتے اور جلسوں میں شریک ہوکر نعرہ بازی کرتے اور جمعیت کے لیے جو بھی قربانی دے سکتا تھا وہ کرتا، قومی آواز وغیرہ میں مضمون لکھتا، امین آباد کا جھنڈا والا تاریخی پارک جو سیاسی پارٹیوں اور تحریکات کا نشرگاہ ہوا کرتا تھا وہاں جاتے نظم پڑھتے تقریریں کرتے، میرے بڑے بھائی مولانا سید محمد ثانی حسنی نے ''پاکستان کیسا ہوگا'' نظم لکھی، اس کو دفتر میں جاکر پڑھتا اور دیواروں پر اس کو چسپاں کرتا، یہی اس وقت کے نوجوانوں اور بچوں کی مشغولیات تھیں۔

گنگا پرساد ہال، محمد علی لین، بڑی پکڑیا، خاتون منزل، فرنگی محل، امین آباد میں بڑی گہما گہمی رہتی، لیڈروں کی آمدورفت تقریر وخطابت کا موسم بہار ہوتا اور مختلف پارٹیوں کے لوگوں کے درمیان پارٹی کی بنیاد پر تناؤ بھی رہتا، مولانا فرماتے ہیں'' کیونکہ مسلم لیگ میں زورآور قسم کے مسلمان بھی کثرت سے تھے اس لیے بڑی فراست سے کام لینا ہوتا تھا''۔

ایک دیگر سوال پر مولانا نے اپنے مخصوص طرز میں تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ویسے تو بہت سے قومی سیاسی، ملی رہنماؤں سے سلام وکلام آزادی سے پہلے اور بعد میں ہوا لیکن دورآزادی میں باضابطہ کسی لیڈر سے بہت زیادہ تعلق نہیں رہا، سوائے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ ان کا ہمارے خاندان وگھر سے بہت گہرا لگاؤ وتعلق تھا، البتہ مولانا ابوالکلام اور جواہر لال نہرو جب ندوہ آئے اور عباسیہ ہال میں استقبال کیا گیا تو ان سے ملاقات ہوئی، اس کے علاوہ مولانا

مسعود علی ندوی، مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری، ظفر الملک، مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ سے بیشتر سلام وکلام وشرف ملاقات حاصل رہا، مگر سیاسی کم ندوۃ العلماء کے تعلق سے زیادہ کیونکہ یہ سب عالمی سطح کے اہل علم حضرات تھے، جنھوں نے ملک کی آزادی میں بضرورت بیان قلم وتحریر وتقریر سے حصہ لیا، اگرچہ مولانا سے اس موضوع پر بڑی سیر حاصل گفتگو ہوئی لیکن احقر یہاں مولانا کی آزادی ہند کے تعلق سے جو ذاتی دلچسپیاں اور کردار تھا پیش کر رہا ہے، ورنہ مولانا محترم کی تاریخی، علمی، دینی، قومی، ملی خدمات تاریخ ہندوستان کبھی فراموش نہیں کرسکتا، کیونکہ مولانا محترم اس وقت صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، ناظم ندوۃ العلماء اور مختلف تنظیموں، تحریکوں کے رکن وصدر، متعدد مدارس ومساجد کے سرپرست، بیش بہا کتابوں کے مصنف ومؤلف، مایہ ناز قلم کار وصحافی، ملک کی بیشتر میگزین اردو عربی کے سرپرست، قومی وملی طور پر تمام لوگوں کے مربی ومحسن، اسلامی اور عالم اسلام اور مسلمانان ہند کے لیے سرمایہ افتخار ومباہات ذاتی طور سے نجابت وشرافت، زہدوتقوی، صالح قدروں کے پاسبان، شریعت اسلامی کے پاسدار عارف باللہ ہیں، دنیا کی نظر میں اگر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مفکر اسلام تھے تو مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ''مدبر ملت'' ہیں، مولانا محترم کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۹ء ہے، جو آزادی ہند کے لیے بڑا نازک دور تھا۔

مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی کی کم عمری اور جدوجہد آزادی:

جدوجہد آزادی میں جہاں ہر طبقہ ذی شعور نے حصہ لیا وہیں بچوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اوران سے جو کچھ بن آئی وہ اپنی استطاعت کے مطابق ضرور کرتے، کچھ تو جلسے جلسوں میں شرکت کرتے، نعرہ بازی کرتے، جھنڈے لگاتے، اپنے لیڈر اور پارٹی کے لیے بطور والنٹیر حصہ لیتے۔

انہیں میں ہمارے ندوی برادری کے ہونہار فاضل مصنف مؤلف جید عالم دین وصحافی مولانا سید واضح رشید ندوی ہیں جن کی عمر آزادی کے وقت ۱۳/۱۴/ سال کی رہی ہوگی اور دارالعلوم کے ششم ہفتم درجہ کے طالب علم تھے، انہوں نے اپنے مخصوص انداز بیان کے ساتھ آزادی کے وقت کے حالات ماحول اور سرگزشت پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم آثم کے سوال پر کہتے ہیں کہ ہم لوگ جمعیۃ العلماء کے زبردست حامی اور والنٹیر وں میں تھے کیونکہ میرے خاندان کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے دیرینہ تعلقات تھے اور پھر یہ علماء کی جماعت تھی اور مسلم لیگ، کانگریس اور جمعیۃ العلماء کی سخت مخالف تھی۔

مولانا کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیاسی جلسوں میں شریک ہوتے اس کی وجہ محلے میں رہنے والے مسلم لیگیوں سے کشمکش ہوجاتی اور ہمارے ماموں ڈاکٹر عبدالعلی خاص طور سے نقش گاہ تھے اور حضرت مولانا کا قیام لکھنؤ میں ان کے گھر پر ہوتا تھا، جو مولانا کے قیام اوران کے اکرام کو پسند کرتے تھے، جمعیۃ العلماء میں علماء کی بڑی تعداد تھی اس لیے ہم لوگ بھی جمعیۃ العلماء سے خاص مناسب رکھتے تھے اوراس کے ہر جلسے میں حصہ لیتے جب کہ میرا گھر، فرنگی محل، امین آباد پارک، یہ سب پارٹیوں کی آماجگاہ تھے، بڑی گہما گہمی رہتی تھی اور بڑے بڑے سیاسی تحریکی لیڈروں کی آمدورفت ہر وقت جاری رہتی تھی، ہم لوگ اس وقت بچے تھے اس لیے ہمارے تعلقات بظاہر ان لیڈروں سے نہیں تھے لیکن ایک بچہ کی حیثیت سے ان لوگوں کو دیکھا اور مصافحہ کیا۔

خاص طور پر مولانا عبدالماجد دریابادی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود علی ندوی کے علاوہ مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری، مولانا عبدالحلیم صدیقی وغیرہ سے برابر ملاقات رہی، جب کہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد سعید، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تقاریر سننے کا موقع ملا، مولانا محمد علی جناح جو ایک جلوس کی قیادت کرتے تھے دیکھنے کا موقع ملا۔

لکھنؤ سے نکلنے والے اخبارات میں بعض مسلم لیگ کی رائے کے

حامی اور بعض کانگریس کے حامی تھے، اس وقت کے معروف اخبارات میں تنویر حقیقت، حق اور آخر میں قومی آواز تھے، اس وقت بچہ مسلم لیگ کے مقابلے میں محمد میاں مرحوم اور ہم سب رفقاء جمعیۃ الاطفال قائم کی، اور اس کے جلسے پابندی سے ہوتے تھے، مسلم لیگ والوں نے ایک سطر علماء کے ہجو میں کہی تھی، اس کے جواب میں ہم لوگوں نے ایک نظم مسلم لیگ کے لیڈروں کے ہجو میں لکھ کر ایک دیوار پر چسپاں کردی تھی اس کو پڑھ کر مسلم لیگ والوں نے کافی ہنگامہ کیا، ہم لوگوں نے ایک قلمی پرچہ بھی نکالا، اس وقت لاہور سے ایک دینی پرچہ ''مسلم'' نکلتا تھا، اس میں ہماری خالہ امۃ اللہ تسنیم کے مضامین شائع ہوتے تھے۔

مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۳ء ہے لیکن کاغذات میں آپ کی تاریخ ۱۹۳۵ء ملتی ہے، مولانا دارالعلوم ندوہ سے قبل دہلی ریڈیو اسٹیشن میں ملازمت کرتے تھے، بعدہ آزادی ریڈیو اسٹوڈیو میں بہت سے سیاسی قومی لیڈران بطور انٹرویو آتے رہتے تھے، ان میں سے اکثر لیڈران کی مولانا سے ملاقات اور تبادلہ خیال بھی ہوتا رہتا تھا۔

مولانا سعیدالرحمن اعظمی ندوی کا بچپن اور تحریک آزادی:

مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی ایڈیٹر ''البعث الاسلامی''، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے ایک انٹرویو کے دوران کہتے ہیں کہ آزادی کے زمانہ میں میری عمر کم وبیش بارہ تیرا سال رہی ہوگی اس لیے بظاہر کسی تحریک سے وابستہ ہونا ممکن نہیں تھا، لیکن والد محترم اس وقت جمعیۃ العلماء کے مداحوں بلکہ تحریک کے فعال کارکنوں میں سے تھے، اس لیے ہم بھی جمعیۃ العلماء سے متاثر تھے، جب کہ مسلم لیگ اور خلافت تحریک اور کانگریس پارٹی کے جلسے جلوسوں میں اور الیکشن کے ہنگاموں میں ایک تماشائی کی حیثیت سے شریک ہوا کرتا تھا اور جب لوگ ملک کی آزادی کے لیے نعرہ لگاتے یا لیڈروں کے آنے پر خوشی کا اظہار کرتے تو میں بھی بچوں کی صف میں شامل ہو کر ملک کی آزادی میں قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوشش کرتا، اس کے علاوہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا عبدالمجید حریری، مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری، مولانا عبدالحلیم صدیقی وغیرہ جو آزادی کی راہ کے مسافر تھے، بچوں کے قافلے کے ساتھ ان سے ملاقات کر کے عزت حاصل کیا کرتا تھا، البتہ اعظم گڈھ کا مشہور قصبہ جو اس وقت ضلع مئو کے نام سے موسوم ہے وہاں کے ایک کانگریسی لیڈر الگورائے شاستری کی صدارت میں ایک جلسہ جواہر لال نہرو کے استقبال میں منعقد ہوا تو وہاں کے علماء کے پیچھے پیچھے اپنے ساتھیوں اور والد محترم کے ساتھ میں بھی شریک ہوا اور علاقہ میں جو دینی اور سیرت کے جلسے ہوتے تو اس میں میں اپنی کم عمری کے باوجود شریک ہوتا، جمعیۃ العلماء کا پرچم لگا کر آزادی کے معاً بعد لکھنؤ میں آزاد کانفرنس کا انعقاد ہوا تو میں بھی حضرت مولانا کمالی علی آبادی مہتمم مدرسہ فیض العلوم رام نگر بارہ بنکی کے ساتھ اس جلسہ میں ان کے ساتھ لکھنؤ آیا اور پہلی مرتبہ مولانا ابوالکلام آزاد کو بچشم خود دیکھا اور اس سے قبل دارالعلوم دیوبند کی چند دنوں کی طالب علمی میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، بس یہی اس دور کے بچوں کا مشغلہ آزادی تھا اور اس سے بڑھ کر ایک بچہ کی ملک کی آزادی کے تعلق سے کیا خواہش ہوسکتی ہے، البتہ مولانا محترم کی شخصیت علمی لحاظ سے بہت بلند ہے کہ آپ کے بارے میں موضوع سے ہٹ کر صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ وقت عربی زبان وادب کے عظیم خطیب وصحافی، ہندوستان کے مایہ ناز ادارہ کے مہتمم وامام، عالمی شہرت یافتہ عربی رسالہ ''البعث الاسلامی'' کے ایڈیٹر متعدد اسکولوں ومدرسوں کے سرپرست، موجودہ دور اور عصری تعلیم کے مدنظر انٹگرل یونیورسٹی کے چانسلر وبانی، قومی اور وطنی خدمات کے طور پر ایک عالم دین اور ملی خدمات کے عوض آپ کو "تعاونوا علی البر والتقوی" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مسائل وفقہ

تیرہویں قسط

امامت کے مسائل اور احکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

سجدہ سہو کا بیان:

عربی زبان میں سجدہ کا اطلاق مطلقاً خضوع پر ہوتا ہے، خواہ پیشانی کو زمین پر رکھ کر ہو یا پھر خضوع کا کوئی دوسرا طریقہ اپنایا جائے، جیسے طاعت وفرمانبرداری، اور عربی زبان میں سہو کا مطلب انجانے میں کسی کام کو چھوڑ دینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ "سھافلان" (انجانے میں فلاں شخص نے اس کو کام کو چھوڑ دیا) لیکن جب یہ کہا جائے "سھا عن کذا" (جان بوجھ کر کسی کام کو چھوڑ دیا) اس لیے لغوی طور پر "سھا فلان" اور "سھا عن کذا" دونوں جملوں میں فرق ہے، لیکن نسیان اور سہو میں لغوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اور فقہاء کرام تو سہو، نسیان اور شک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک سہو، نسیان اور شک ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، اور یہ حضرات ظن (گمان) اور ان تینوں لفظوں کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ظن تو راجح طرف کے ادراک کا نام ہے، چنانچہ جب اس کے نزدیک راجح ہو جائے کہ اس نے ایسا کیا ہے تو وہ گمان کرنے والا کہلائے گا۔

اس کے برعکس سہو، نسیان، شک ادراک اور عدم ادراک میں برابر ہیں، بغیر اس کے کہ وہ ترجیح دے کہ اس نے ایسا کیا ہے یا نہیں کیا ہے، لغت میں سجدہ سہو کا یہی مطلب ہے۔

اور فقہاء کی اصطلاح میں سجدۂ سہو کو مندرجہ ذیل سطروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

علماء احناف کہتے ہیں کہ سجدہ سہو کا مطلب یہ ہے کہ نمازی صرف دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد دوسجدے کرے، پھر دونوں سجدوں کے بعد تشہد پڑھے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے، اگر وہ تشہد نہیں پڑھتا ہے تو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا، لیکن اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور تشہد سے فارغ ہونے کے بعد سجدۂ سہو کے لیے ضروری ہے کہ سلام پھیرے، اگر سلام نہیں پھیرے گا تو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا، اور پہلا سلام جس کی وجہ سے نماز ختم کرتا ہے، اس کے لیے کافی نہیں ہوگا اس لیے کہ سجدہ سہو اس کو اٹھاتا ہے جس طرح آخری تشہد میں اٹھاتا ہے، جو سلام سے پہلے ہے، البتہ سلام سے پہلے اخیر تشہد میں درود شریف اور دعا پڑھے، اور مختار قول کے مطابق سجدۂ سہو کے وقت ان دونوں کو نہیں پڑھے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ احتیاطاً درود شریف اور دعا سجدۂ سہو کے وقت پڑھے گا، اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ صرف دائیں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا جائے گا، اس سے یہ بات نکل جاتی ہے کہ جب دوسرا سلام پھیر دیا، تو دونوں طرف سلام پھیرنے کی وجہ سے سجدہ سہو صحیح قول کے مطابق ساقط ہو جائے گا، اگر عمداً ایسا کرتا ہے تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا، اور اگر اس نے بھولے سے دونوں طرف سلام پھیر دیا، تو اس سے سجدہ سہو ساقط ہو گیا اور اس پر کوئی گناہ نہیں، اور دوبارہ سجدۂ سہو کا اعادہ نہیں ہوگا، اس لیے کہ سجدہ سہو کا بھولنا اس کو ساقط کر دیتا ہے، اسی طرح عمداً یا سہواً نماز کے درمیان کوئی بات کرے جو مانع نماز ہے تب بھی سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا، جب عمداً واجب یا رکن نماز چھوڑ دے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ عمداً واجب چھوڑنے سے گناہ کے ساتھ نماز صحیح ہوگی، اور سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا، اور اگر عمداً رکن چھوڑتا ہے تو نماز باطل ہو جائے گی،

اور سجدۂ سہو کا اعتبار نہیں ہوگا، اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اور عمداً واجب یا رکن چھوڑنے کی وجہ سے سجدۂ سہو مشروع نہیں ہے۔

سجدہ سھومیں نیت:

کیا سجدۂ سہو کے لیے نیت ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ سجدۂ سہو کے لیے نیت ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ نماز میں واجب کی ادائیگی میں کوتاہی یا کوئی واقع خلل کو پورا کرنے کے لیے سجدۂ سہو مشروع ہوا ہے، تاکہ اس کی اصلاح کرلی جائے اور نماز کے کسی جز کے لیے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا سجدۂ سہو کے لیے بھی نیت ضروری نہیں ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ نیت ضروری ہے اس لیے کہ یہ بھی نماز ہے اور نماز بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی ہے، تو جس طرح سجدۂ تلاوت اور سجدہ شکر کے لیے نیت ضروری ہے، اسی طرح سجدۂ سہو کے لیے بھی نیت ضروری ہے، اس لیے کہ یہ سبھی نماز کی طرح ہیں، تو جس طرح نماز کے لیے نیت ہے، اسی طرح ان کے لیے بھی نیت ضروری ہے، اور یہ دوسرا قول زیادہ واضح ہے، اس لیے کہ اس پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۳۹۹ رجلد ۱)

سجدۂ سھو کے اسباب:

سجدۂ سہو مشروع ہونے کے لیے مندرجہ ذیل گیارہ اسباب ہیں:

پہلا سبب:- یہ ہے کہ نماز میں ایک رکعت یا اس سے زیادہ کم کردے یا بڑھادے، تو جب اسے یقین ہو جائے کہ نماز میں ایک رکعت زیادہ کردی مثلاً ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی، پھر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پتہ چلے کہ یہ پانچویں رکعت ہے، تو اس حالت میں اس کے لیے مناسب ہے کہ بیٹھنے سے پہلے سلام پھیر کر نماز ختم کرے، لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ بیٹھ جائے پھر سلام پھیرے؛ لیکن مذکورہ دونوں حالتوں میں سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے، اور رکعت کم ہونے کی مثال یہ ہے کہ جب یقین ہو جائے کہ ظہر کی تین رکعت نماز پڑھی اور بیٹھ جائے پھر یاد آئے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، پھر تشہد اور درود شریف پڑھے، پھر پہلی کیفیت کے مطابق سجدۂ سہو کرے، البتہ جب نماز میں شک واقع ہو جائے، اور اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے، تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو شک کبھی کبھی واقع ہوتا ہو اور اس کا عادی نہ ہو، یا شک واقع ہونا اس کی عادت ہو، تو اگر شک کبھی کبھی ہوتا ہو، تو اس پر ضروری ہے کہ نماز توڑ دے اور نئے سرے سے نماز پڑھے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ منافی نماز فعل سے نماز توڑے، صرف نیت سے نماز توڑنا کافی نہیں ہے، اور یہ تو معلوم ہے ہی کہ لفظ سلام سے نماز توڑنا واجب ہے، اور اس کے لیے اس حالت میں ضروری ہے کہ بیٹھ جائے، پھر سلام پھیرے، اگر کھڑے ہو کر سلام پھیرتا ہے تو سجدۂ سہو صحیح تو ہو جائے گا لیکن خلاف اولیٰ ہے، اور جب نماز میں شک واقع ہونا اس کی عادت ہو، تو نماز نہ توڑے بلکہ اس وقت غالب گمان کا اعتبار ہوگا، مثلاً ظہر کی نماز پڑھی اور تیسری رکعت میں شک واقع ہو جائے کہ تین رکعت پڑھی ہے یا چار رکعت پڑھی، تو غالب گمان پر عمل کیا جائے گا، اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ چوتھی رکعت میں ہے، تو اس پر واجب ہے کہ بیٹھ جائے اور تشہد اور درود شریف پڑھے، پھر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے، اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ وہ تیسری رکعت میں ہے تو اس پر واجب ہے کہ چوتھی رکعت پوری کرے، اور اسی طرح تشہد و درود شریف وغیرہ پڑھے پھر سلام کے بعد پہلی کیفیت کے مطابق سجدۂ سہو کرے، مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو؛ لیکن جب وہ امام ہو اور نماز میں شک واقع ہو جائے اور مقتدی یہ یقین دلائیں کہ اس نے نماز میں کمی یا زیادتی کی ہے، تو اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ مقتدی کے قول پر عمل کرتے ہوئے نماز دہرائے، اور جب امام اور مقتدی میں اختلاف ہو جائے اور سارے مقتدی اس پر متفق ہو جائیں کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں، اور امام کہے کہ مجھے یقین ہے کہ میں چار رکعت پڑھی ہیں، تو اپنے یقین

پر عمل کرتے ہوئے نماز نہ دہرائے، لیکن جب مقتدیوں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ امام کے ساتھ ہو جائیں، تو امام کی بات پر عمل کیا جائے گا، اور جب امام کو شک لاحق ہو، اور بعض مقتدیوں کو نماز پوری ہونے کا یقین ہو اور بعض مقتدیوں کو شک ہو تو جسے شک ہے اسی پر اعادہ لازم ہے، لیکن جب امام کو پوری نہ ہونے کا شک ہو، تو سب کو لوٹانا ضروری ہے، ہاں جب سب کو پوری نماز ہونے کا یقین ہو جائے تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جب مقتدیوں میں سے ایک کو نماز کی کمی ہونے میں یقین ہوا، اور امام اور سارے لوگوں کو شک ہو، تو اگر وقت ہے تو احتیاطاً اعادہ کرنا اولی اور بہتر ہے ورنہ نہیں، اور یہ حکم اس وقت ہے جب خبر دینے والا عادل ہو، اور اگر مقتدیوں کے علاوہ میں سے کوئی اور نماز کے بعد خبر دے کہ ظہر کی نماز تین رکعت ہوئی ہیں اور اس کے صدق وکذب میں شک ہو تو احتیاطاً نماز لوٹائی جائے گی، اور اگر دو عادل شخص خبر دیں تو ان کے قول پر عمل کیا جائے گا اور شک کا اعتبار نہیں ہوگا، لیکن جب خبر دینے والا عادل نہ ہو تو اس کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور جب نیت یا تکبیر تحریمہ میں شک ہو یا نماز کی حالت میں یہ شک ہو کہ اسے حدث لاحق ہوا یا کوئی نجاست وغیرہ لگی ہے، تو اگر یہ شک پہلی مرتبہ ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ نماز توڑ دے اور شک کو دور کرے اور نماز کا اعادہ کرے؛ لیکن اگر شک اس کی عادت ہو تو اس کی پرواہ نہ کرے اور نماز پوری کرے اور جب شک نماز کے بعد واقع ہو تو حرج نہیں ہے۔

دوسرا سبب:- یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اس میں سہو ہو جائے اور کھڑا ہو جائے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ قیام سے لوٹ جائے اور تشہد کے بقدر بیٹھے، پھر سلام پھیرے، پھر سجدہ سہو کرے، اس لیے کہ یہ قعدہ اخیرہ ہے اور فرض ہے، پھر اگر وہ اپنی نماز جاری رکھے اور بیٹھنے سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز محض سجدہ سے سر اٹھانے سے نفل ہو جائے گی، اور اس کے ساتھ چھٹی رکعت ملالے، اور اگر عصر کی نماز میں ہو تو اس حالت میں صحیح قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ نماز کا نفل میں منتقل ہو جانا اس سے سجدہ سہو ختم ہو جاتا ہے، برخلاف اس صورت کے جب کہ وہ نماز اصل میں نفل ہی ہو، پھر اس کے لیے ہر حال میں سجدہ سہو کرے گا، اور اس فرض نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا، جو نفل ہو گئی تھی۔

تیسرا سبب:- یہ ہے کہ قعدہ اولی میں سہو ہو جائے اور وہ واجب ہے، فرض نہیں ہے، تو اگر فرض میں قعدۂ اولی میں بیٹھنا بھول جائے یعنی دوسری رکعت میں نہ بیٹھے اور کھڑا ہو جائے تو اگر کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے اور دوبارہ بیٹھ جائے، تو اس کی نماز درست ہو جائے گی، اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، اور اگر سیدھے کھڑا ہو جانے کے بعد یاد آئے تو تشہد کے لیے نہ لوٹے، اور اگر لوٹ جاتا ہے، تو بعض لوگ کہتے ہیں اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا فرض نہیں اور قیام فرض ہے، اور وہ نفل میں مشغول ہو گیا اور فرض کو ایسے کام کے لیے چھوڑ دیا جو فرض نہیں بلکہ نماز کو باطل کرنے والا ہے، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کی نماز اس عمل سے باطل نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس نے اس حالت میں فرض قیام کو ترک نہیں کیا ہے، بلکہ اس کو مؤخر کیا ہے، اور اس کی مثال ہے کہ اگر سورۃ پڑھنا بھول جائے اور رکوع کرلے تو اس کا رکوع باطل ہو جائے گا اور وہ قیام کے لیے لوٹے گا اور سورۃ پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور رکن یا فرض کو اپنے محل سے مؤخر کرنے کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ منفرد یا امام ہو، لیکن جب وہ مقتدی ہو، اور وہ کھڑا ہو جائے اور اس کا امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ بھی بیٹھ جائے، اس لیے کہ امام کی اتباع کرنے کی وجہ سے اس پر بیٹھنا ضروری ہے۔

چوتھا سبب:- یہ ہے کہ ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کر دے، یا پھر ایک رکن کو دوسرے واجب پر مقدم کر دے، پہلی کی مثال یہ ہے کہ رکوع کو فرض قراءت پر مقدم کر دے یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر ثنا پڑھے پھر بھول کر قراءت کرنے سے پہلے رکوع کرے، تو جب یاد آئے تو اس

پر ضروری ہے کہ لوٹ کر قراءت کرے، پھر دوبارہ رکوع کرے اور بیان کردہ کیفیت کے مطابق سجدۂ سہو کرے، اگر یاد نہ آئے تو اس رکعت کو بیکار سمجھا جائے گا اور اس پر واجب ہے کہ سلام سے پہلے ایک رکعت پوری کرے پھر سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ جب کسی واجب پر کسی رکن کو مقدم کردے یعنی رکوع کو سورت کی قراءت پر مقدم کردے، تو مذکورہ بالا حکم ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب رکوع کے درمیان یاد آ جائے تو رکوع سے سر اٹھالے اور قراءت کرے پھر دوبارہ رکوع کرے اور اگر اسے یاد نہ آئے تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

پانچواں سبب:- یہ ہے کہ مندرجہ ذیل گیارہ واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دے۔

(۱) سورہ فاتحہ کا پڑھنا، اگر فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں مکمل سورہ فاتحہ یا اکثر حصہ پڑھنا چھوڑ دے، تو سجدہ سہو واجب ہوگا، مگر ہاں اگر کم حصہ چھوڑ دے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے، اس لیے کہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہوتا ہے، اور اس حکم میں امام اور منفرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اسی طرح نفل یا وتر کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ یا اس کا اکثر حصہ پڑھنا چھوڑ دے، تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

(۲) سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک سورۃ یا چھوٹی تین آیتیں یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر ایک بڑی آیت ملانا، اگر کچھ نہیں پڑھا یا ایک چھوٹی آیت پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، مگر ہاں اگر دو چھوٹی آیتیں پڑھیں تو سجدۂ سہو نہیں کرے گا، کیونکہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہوتا ہے، اگر سورہ فاتحہ یا سورۃ کا پڑھنا بھول جائے اور رکوع کرے پھر یاد آ جائے تو لوٹ آئے اور جو سورت پڑھنا بھولا ہے، اسے پڑھے، اور اگر سورہ فاتحہ پڑھنا بھولا ہے تو سورہ فاتحہ کے اعادہ کرنے کے بعد کوئی سورۃ پڑھے، پھر رکوع کا اعادہ کرے اور پھر سجدۂ سہو کرے، اور جب وتر میں دعاء قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع کے لیے جھک جائے پھر اسے یاد آئے تو دعاء قنوت پڑھنے کے لیے نہ لوٹے بلکہ اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اگر لوٹ جائے اور دعاء قنوت پڑھے اور رکوع نہ کرے تب بھی اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اور جس نے سورہ فاتحہ بھولے سے دو مرتبہ پڑھ لی، اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے، کیونکہ اس نے سورۃ کو اپنی جگہ سے مؤخر کردیا۔

اور اگر سورۃ پڑھنے میں ترتیب آگے پیچھے ہوگئی ہو، مثلاً پہلی رکعت سورۃ الضحیٰ پڑھ لی، اور دوسری رکعت میں سورۃ الاعلی پڑھ لی، تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، کیوں کہ سورتوں کی ترتیب کی رعایت کرنا نظم قرآن کے واجبات میں سے ہے، نماز کے واجبات میں سے نہیں ہے، اور ایسے ہی کسی نے رکوع کو سورت کے آخر سے مؤخر کردیا، بایں طور کہ وہ رکوع کرنے سے پہلے خاموش ہوگیا، تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اور یہ صورت شافعیہ کے نزدیک کثیر الوقوع ہے، جب کہ وہ امامت کررہا ہو۔

(۳) فرض نمازوں کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کو متعین کرنا اگر صرف آخر کی دونوں رکعتوں میں قرأت کی یا دوسری اور تیسری رکعت میں قراءت کی تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، بخلاف نفل و وتر کے۔

(۴) ایک رکعت میں فعل مکرر یعنی سجدہ میں ترتیب کی رعایت کرنا، اگر سہواً ایک سجدہ کرلیا، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، پھر اس کے دونوں سجدے کرلئے، پھر وہ سجدہ جو پہلی رکعت میں چھوٹ گیا تھا اس کو بھی ملالیا تو اس کی نماز صحیح ہوجائے گی، اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، کیونکہ اس نے واجب یعنی ترتیب کو ترک کیا ہے، لیکن اس پر پہلے سجدہ کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے، جہاں تک غیر مکرر افعال میں ترتیب کی رعایت نہ کرنے کی بات ہے جیسے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے، پھر رکوع کرے پھر سر اٹھا کر سورہ فاتحہ اور سورۃ کی قراءت کرے، تو اس کا رکوع کرنا لغو قرار پائے گا، اور قراءت کے بعد دوبارہ

رکوع کرنا اس پر ضروری ہوگا اور پہلے رکوع کی زیادتی کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے گا۔

(۵) رکوع و سجود میں اطمینان کرنا، اگر کسی نے بھولے سے اطمینان کو ترک کردیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور یہی صحیح قول ہے۔

(۶) قعدۂ اولی واجب ہے، خواہ فرض میں ہو یا نفل میں، مگر ہاں قعدہ اخیرہ فرض ہے، پس کوئی قعدۂ اولی میں بیٹھنا بھول گیا، اور تیسری رکعت کے لیے مکمل کھڑا ہوگیا، تو نماز پوری کرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے، کیونکہ اس نے واجب (قعدۂ اولی) کو ترک کیا ہے۔

(۷) تشہد کا پڑھنا، اگر اسے سہواً چھوڑ دے تو سجدۂ سہو کرے، خواہ وہ قعدۂ اولی میں چھوڑے یا قعدہ اخیرہ میں، دونوں کا حکم ایک ہے، یعنی سجدۂ سہو کرے گا۔

(۸) وتر میں دعاء قنوت کا پڑھنا، جب رکوع سے پہلے اسے نہ پڑھے اور اسے چھوڑ دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا کیونکہ یہ واجب ہے۔

(۹) دعاء قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہنا تو جس نے اسے سہواً چھوڑ دیا، اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔

(۱۰) نماز عیدین میں دوسری رکعت کے رکوع کے لیے تکبیر کہنا اسے بھی چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے کیوں کہ یہ واجب ہے، بخلاف تکبیر اولی کے۔

(۱۱) سری نماز میں سری قراءت کرنا اور جہری نماز میں جہری قرأت کرنا، اگر وہ امام ہے، اس کے ترک کرنے پر سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے اور یہ حکم دعا اور ثنا وغیرہ کے لیے نہیں ہے، کیوں کہ اگر ان میں سے کوئی چیز جہری طور پر پڑھ لی تو سجدۂ سہو نہیں کرے گا، خواہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۴۰۳ رجلد ۱)

سجدۂ سہو کا حکم:

صحیح قول کے مطابق سجدۂ سہو واجب ہے، اسے چھوڑنے کی وجہ سے نمازی گنہ گار ہوگا، اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، اور یہ واجب ہے جب وقت نماز کے لیے صحیح ہو، پس اگر صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً سورج طلوع ہوجائے اور اس پر سجدۂ سہو واجب تھا، تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہوجائے گا؛ کیونکہ نماز کے لیے وقت باقی نہیں رہا، اور ایسے ہی جب سورج غروب ہونے سے پہلے سرخی میں تبدیلی ہوجائے اور وہ عصر کی نماز کی حالت میں ہو، یا سلام کے بعد کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرلیا جو مانع نماز ہے، مثلاً عمداً حدث لاحق ہوجائے، یا بات کرلے، اور ایسے ہی سلام کے بعد جب مسجد سے باہر نکل جائے ایسا کام کرلیا جس سے بنا ساقط ہوجاتی ہے، تو مذکورہ بالا تمام صورتوں میں اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا، اور اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہ ہوگا، مگر ہاں جب کسی منافی نماز عمل سے سجدۂ سہو ساقط ہو، تو اس پر اعادہ واجب ہے، امام اور منفرد دونوں پر سجدہ سہو واجب ہے، البتہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، جب امام کی اقتداء میں اس کی طرف سے کوئی سجدہ سہو کا عمل ہوجائے، تو مقتدی پر ضروری ہے کہ سجدۂ سہو کی ادائیگی میں امام کی اتباع کرے، جب امام سجدہ کرے اور مقتدی، مدرک یا مسبوق ہو، اگر امام نے سجدۂ سہو نہ کیا تو مقتدی سے ساقط ہوجائے گا اور نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا، مگر جب امام کسی عمداً منافی نماز عمل سے اسے چھوڑ دے تو مقتدی پر اعادہ واجب ہے، جیسا کہ امام پر واجب ہے، اور نماز جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کا چھوڑنا بہتر ہے، جب بہت بھیڑ ہوتا کہ نمازیوں پر معاملہ مشتبہ نہ ہو۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۴۰۹ رجلد ۱)

❁❁❁❁

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھیئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰ روپیہ ہے۔

جائزہ

دوسری اور آخری قسط

زبان وادب اور اردو منظر و پس منظر

مولانا افتخار احمد قاسمی سمستی پوری استاد حدیث وتفسیر جامعہ اکل کنواں

اردو زبان کی لسانی انفرادیت:

اردو زبان اگرچہ مختلف زبانوں کا سنگم ہے، تاہم یہ اپنی لسانی خصوصیات کے اعتبار سے باستثناءِ عربی تمام زبانوں میں اپنا ایک انفرادی مقام رکھتی ہے، چونکہ اس زبان میں مختلف زبانوں کا رنگ و بو سمایا ہوا ہے، لہٰذا یہ ان زبانوں کے گلہائے رنگارنگ سے تیار شدہ ایک خوبصورت اور جاذبِ نظر گلدستہ ہے؛ جس میں بیک وقت مختلف قسم کی بھینی بھینی خوشبو کا احساس ہوتا ہے، گویا یہ زبان ''کثرت میں وحدت'' کا مظہر اور ''مجمع البرکات'' کا مصداق ہے۔

اردو زبان تعبیر کی دل کشی، اسلوب کے حسن و جمال، لب و لہجہ کی شیرینی، جذبات کی تحریک اور اثر آفرینی میں کمال رکھنے کی وجہ سے بڑی دل فریب اور بڑی ہر دل عزیز زبان ہے، جو سنتا ہے، بھلے وہ کچھ نہ سمجھے، مگر اس کے حسن کا گرویدہ اور اس کی زلفوں کا اسیر ضرور ہو جاتا ہے۔ ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

یہی وجہ ہے کہ غیر اردو داں طبقہ بھی اردو شعر و نظم، اردو، حمد و نعت کو پسند فرماتا اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہے، یہاں تک کہ اپنی مجلسوں اور اپنے دوستوں میں اردو فلمی ڈائیلاگ بولتا اور اردو فلمی گانوں سے مگن و محظوظ ہوتا ہے۔

کسی بھی زبان کی زندگی اور بلند معیاری اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ اس میں کتنی وسعت و گہرائی، کتنی لطافت و شگفتگی، کتنی صفائی و شستگی، کتنی روانی و زورِ بیانی، کتنی تحریک اور برانگیختگی پائی جاتی ہے؛ اس لحاظ سے اردو زبان ایک زندہ اور معیاری زبان ہے، کیونکہ اس میں قوتِ اظہار بھی ہے، صفائی اور نکھار بھی، جان دار لہجہ بھی ہے اور اثر آفرینی کا جادو بھی، یہ اپنے مواد، اپنی ہیئت اور اپنی اصنافِ سخن کے اعتبار سے کسی بھی زندہ زبان سے پیچھے نہیں؛ بلکہ یہ ایک زندہ قوم مسلمانوں کی حکومت و اقتدار کا آئینہ دار اور اس کی تہذیب وثقافت کا پاسباں، اس کی مذہبی و دینی روایت کی امین اور اس کے شان دار علمی وادبی سرمائے کی محافظ ہے۔

اردو زبان اپنی وسعتِ دامانی میں اپنی نظیر آپ ہے، اپنے اندر جذب وقبول کی بے پناہ صلاحیت رکھتی ہے، چنانچہ عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور انگریزی زبان کے الفاظ اس زبان میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں جذب ہو گئے اور اس طرح مختلف رنگوں کی خاک سے اس کا پرکشش پیکر تیار ہوا؛ جس کا انوکھا رنگ و روپ اور نرالا خدوخال ہر اہل نظر کے لیے تسکین کا سامان اور ہر اہل ذوق کے لیے طمانیت کا باعث ہے اور اسی وجہ سے آج سارے جہاں میں اس زبان کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ بقولِ داغؔ ؎

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو زبان میں اصنافِ سخن:

اردو زبان میں اصنافِ سخن کو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے: ایک حصہ شعری سخن کا اور دوسرا حصہ نثری سخن کا، ذیل میں پہلے شعری سخن کا

تعارف دیا جا رہا ہے اور پھر نثری سخن کا۔

شعر: عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی جاننا، دریافت کرنا اور کسی باریک چیز سے واقف ہونا اور اصطلاح میں وہ موزوں و مقفّٰی کلام ہے جسے بالقصد کہا گیا ہو اور جس میں تخیل کی بلند پروازی کے ساتھ جہانِ معنی کی وسعت پائی جاتی ہو۔

بقولِ غالبؔ: ''شاعری قافیہ پیمائی کا نہیں، بلکہ معنی آفرینی کا نام ہے'' اور ''بودیلیئر'' (Baudelaire) کے الفاظ میں:

''شاعری کا منبع وہ عالمگیر مماثلت ہے جو آسمانی و زمینی، حقیقی و مجازی، باطن و ظاہر کو مربوط کرتی ہے اور شاعر علامت کے ذریعے ان کے ربطِ باہمی کو بے نقاب کرتا ہے؛ لیکن اس کا مقصد نہ نصیحت کرنا ہوتا ہے اور نہ تبلیغ، بلکہ شاعری اپنا مقصود آپ ہے جو ہماری روح پر قبضہ کر لیتی ہے اور یہ قبضہ اسی وقت سچا ہوتا ہے جب شاعری ہر قسم کی کھوٹ سے پاک ہو''۔

حمد: عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی خدا کی تعریف اور اصطلاح میں وہ صنفِ شعر ہے جس میں خدائے پاک کی ذات و صفات کے تعلق سے تعریف و توصیف بیان جاتی ہے۔

نعت: عربی زبان کا لفظ ہے، بمعنی مدح و ثنا، تعریف و توصیف اور اشعار کی زبان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بیان کرنا ''نعت'' کہلاتا ہے۔

نظم: عربی زبان کا لفظ ہے، لغوی معنی سلک اور لڑی کے ہیں اور اصطلاح میں شعری کلام کی وہ قسم ہے جس میں کسی ایک موضوع یا مضمون پر مسلسل اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔

نظم معری: ''معریٰ'' کے لغوی معنی سادہ اور خالی کے ہیں اور اصطلاح میں ایسی نظم کو ''نظم معریٰ'' کہا جاتا ہے جو قافیوں سے خالی ہو۔

آزاد نظم: نظم کی وہ جدید قسم ہے، جس میں قافیہ اور وزن کی کوئی رعایت نہیں ہوتی بلکہ شاعر قدیم اصنافِ سخن یا ہیئت اور پرانی شاعری کے رموز و تلمیحات، اشارات و کنایات سے آزاد ہو کر اپنے جذبات کا اظہار اور اپنے تجربات کی ترجمانی کرتا ہے۔

نثری نظم: وہ جدید نظم ہے، جو وزن اور آہنگ سے عاری ہوتی ہے؛ اور غزل، قصیدہ، مرثیہ، رباعی یا پابند نظم کی دوسری اصناف نیز آزاد نظم کی طرح اظہار و ابلاغ کو قبول نہیں کرتی بلکہ اس میں شاعر امیجز (Images) کے ذریعے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔

ھائیکو: جاپانی زبان کا لفظ ہے اور اصطلاح میں شاعری کی ایک جدید قسم ہے، جو ملک جاپان سے درآمد ہوئی ہے جس کی حقیقت تین مصرعوں کی مختصر نظم ہے۔

جس نے لکھی زمین کی
جس نے اوڑھی مسافروں کی
اسی برگد کو تم نے کاٹ دیا

سانٹ: یہ اطالوی زبان کے لفظ ''سانیٹو'' (Sonetto) سے مشتق ہے، جس کے معنی مختصر آواز یا راگ کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر حنیف کیفی فرماتے ہیں:

''سانٹ تمنائی شاعری کی چودہ مصرعوں پر مشتمل ایک ایسی صنف ہے جس کی ایک مخصوص بحر ہوتی ہے، جس کے مصرعوں میں قوافی کی ترتیب مقررہ اصولوں کے ماتحت ایک خاص انداز میں ہوتی ہے اور جس میں صرف ایک خیال، جذبے یا احساس کی ترجمانی ہوتی ہے، یہ خیال یا جذبہ اکثر نقطۂ عروج تک پہنچ جاتا ہے، وحدتِ خیال اور شدتِ احساس سانٹ کے لازمی عناصر ہیں''۔

غزل: عربی زبان کا لفظ ہے، بمعنی عورتوں سے بات چیت کرنا، حسن و جمال اور عشق و محبت کا ذکر کرنا اور اصطلاح میں نظم کی وہ قسم ہے جس میں حسن و جمال، فراق و وصال، عشق و فریفتگی، شراب و کباب، فنا و معرفت وغیرہ سے متعلق عاشقانہ مضامین کا ذکر ہوتا ہے یا شاعر کسی بھی مضمون سے متعلق اپنے وسیع خیالات کا اظہار کرتا ہے، بقول احمد سرور

غزل میں ذات بھی ہے اور کائنات بھی ہے
ہماری بات بھی ہے اور تمہاری بات بھی ہے

غزل کے اشعار کم سے کم پانچ ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ اکیس، پہلے دور میں غزل کا مضمون مسلسل ہوتا تھا اور اب اس کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا حامل ہونے لگا، غزل کے پہلے شعر کو ''مطلع'' اور آخری شعر کو ''مقطع'' کہا جاتا ہے۔

مثنوی: عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی دو دو والا اور اصطلاح میں متفق الوزن اشعار کے مجموعے پر مشتمل وہ طویل نظم ہے جس کے ہر شعر کا قافیہ جدا جدا اور ہر دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، جس میں کسی مضمون کو مسلسل اور کسی واقعہ یا قصہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں زندگی اور معاشرت کے تمام تر پہلو آجاتے ہیں؛ مثنوی کے اشعار کی تعداد محدود نہیں ہوتی۔

مرثیہ: عربی لفظ ''رثا'' یا ''رثاء'' سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی کسی کی موت پر کرب و ملال اور رنج و غم کا اظہار کرنا ہے اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس میں مرنے والوں کے اوصاف و کمالات بیان کیے جاتے ہیں یا شہید ہونے والوں کے مصائب و آلام اور شہادت کا ذکر ہوتا ہے۔

قصیدہ: لغت میں قصد سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھوس، بھرا ہوا اور پُر مغز کے ہیں اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس میں کسی کی بالقصد تعریف، شان و شوکت اور عظمت بیان کی جاتی ہے، اس کے پہلے دونوں مصرعوں اور ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا التزام ہوتا ہے، قصیدہ کم از کم پندرہ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

ھجو: عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی مذمت و برائی اور اصطلاح میں قصیدہ کی ضد وہ نظم ہے جس میں کسی کے عیوب و نقائص بیان کیے جاتے ہیں۔

قطعہ: عربی زبان کا لفظ ہے، ٹکڑا اور حصہ کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں دو یا زیادہ اشعار کی وہ نظم ہے جس میں کسی مسلسل مضمون کو غزل کی بحر میں ادا کیا گیا ہو، اس کے پہلے شعر کا ہم قافیہ ہونا ضروری نہیں، مگر باقی تمام اشعار کے دوسرے مصرعے کا متحد القوافی ہونا ضروری ہے، قطعہ میں اخلاقی اصول، آفاقی حقیقتیں، ہنگامی واقعات، مدح و ہجو اور طنز و مزاح وغیرہ کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

رباعی: عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چار چار کے ہیں اور اصطلاح میں شاعری کی وہ صنف ہے جس میں مخصوص اوزان کے چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون کو ادا کیا جاتا ہے، اس میں پہلے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔

مخمس: خمس سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی پانچ پانچ کے ہیں اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

مسدس: سدس سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چھ چھ کے ہیں اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں اور ہر اول چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

کلیات: عربی زبان کا لفظ ہے اور کلی کی جمع ہے، بمعنی ایک ہی شخص کی منظومات یا تصنیفات کا مجموعہ۔

دیوان: فارسی زبان کا لفظ ہے اور اصطلاح میں کسی شاعر کی شعری تخلیق کا مجموعہ ''دیوان'' کہلاتا ہے۔

نثر: عربی زبان کا لفظ ہے، بمعنی تتر بتر، پراگندہ اور بکھرا ہوا اور اصطلاح میں شعر و نظم کی ضد ایسی عبارت کو کہتے ہیں جو منظوم نہ ہو۔

ناول: انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے وہ طویل افسانہ، مسلسل داستان اور لمبا قصہ جس میں متعدد افراد کی کردار نگاری کی گئی ہو، انگریزی کی نامور ناول نگار ''جین آسٹن'' ناول کا تعارف یوں کراتی ہیں:

''اس میں فطرتِ انسانی سے متعلق سب مفصل معلومات ہوتی ہیں، اس کی متنوع کیفیات کا تجزیہ ہوتا ہے، ذکاوت اور ظرافت کے حسین ترین مظاہرے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ بہترین اور پسندیدہ زبان میں دنیا تک پہنچایا جاتا ہے''۔

افسانہ: فارسی زبان کا لفظ ہے اور حقیقت کی ضد ہے زبان و

ادب میں اس سے مراد وہ قصہ، کہانی یا سرگذشت ہے جو ادیب کا محض ذہنی اختراع ہو؛ حقیقت و واقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، اس کے بنیادی اجزاء تین ہیں:

(۱) خیال

(۲) ہیئت

(۳) اسلوب

مضمون یا مقالہ: نثری تحریر کا وہ مجموعہ جس میں مضمون نگار یا مقالہ نگار اپنی علمی و ادبی، تمدنی و معاشرتی، مذہبی و تاریخی اور ہر قسم کی معلومات کو سادگی و دل کشی، پُرکاری وجدت طرازی کے ساتھ اپنے خاص اسلوبِ تحریر اور مؤثر طرزِ بیان میں دوسروں تک پہنچاتا ہے، جسے پڑھ کر وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

انشائیہ: عربی زبان کا لفظ ہے اور ''انشا'' کی طرف منسوب ہے، جس کے معنی عبارت لکھنا اور بات پیدا کرنا ہے اور اصطلاح میں وہ نثری تخلیق ہے جس میں اختصار، بے تکلفی، اظہارِ شخصیت اور انبساطی مقصد کی خصوصیات کے ساتھ مصنف اپنے زاویۂ خیال سے معاشرے کی ایسی عکاسی کرتا ہے کہ اس کے تحریری مواد سے اس کا ذہن و کردار ظاہر ہو جاتا ہے، ڈاکٹر بشیر سیفی کے الفاظ میں:

''انشائیہ وہ صنفِ نثر ہے کہ جس میں مصنف اپنے ذاتی تأثرات اور انفرادی تجربات، بے تکلفی اور اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے، اس صنف میں لکھنے والا موضوع کے حوالے سے ذہن میں آنے والی دیگر باتوں کا ذکر بھی کر سکتا ہے، تاہم موضوع سے انحراف نہیں کرتا، نیز انشائیہ نگار موضوع کے چھپے ہوئے گوشوں پر روشنی ڈال کر قاری کو پُرتحیر مسرت بہم پہنچاتا ہے''۔

خاکہ: فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ڈھانچہ اور چربہ کے ہیں اور اصطلاح میں وہ نثری فن پارہ ہے جس میں خاکہ نگار اپنے مخصوص مشاہدے کی ایسی منظر نگاری کرتا ہے، جس سے محسوس ہو جاتا ہے کہ اس نے پس پردہ وہ چیز اور وہ بات دیکھ لی ہے جس تک عام شخص کی نگاہ نہیں جا سکتی۔

ڈرامہ: یونانی لفظ ''ڈراء'' سے مشتق ہے، بمعنی کر نایا کر کے دکھانا اور اصطلاح میں فن ادب کی وہ صنف ہے جس میں انسانی زندگی کے واقعات و مشاہدات کو افراد اور ان کی گفتگو کے حوالے سے عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحافت: عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی اخبار نویسی اور جرنلزم (Journalism) کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی مختلف تعریف کی گئی ہے، ایک انگریز ادیب کہتا ہے کہ: ''صحافت عجلت میں لکھا گیا ایک ادب ہے'' لیکن اس کی سب سے جامع اور مستند تعریف یوں کی جاتی ہے کہ: ''صحافت جدید ذرائعِ ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے عوامی معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے'' اور مفتی اعجاز ارشد قاسمی کے لفظوں میں: ''معاصر دنیا کی ترجمانی، ماحول کی عکاسی، رائے عامہ کی نباضی اور مختلف اندازِ فکر کا تجزیہ صحافت کی اصل روح ہے''۔

طنز و مزاح: یہ ایک شگفتہ تحریر ہوتی ہے، جس میں سنجیدگی کے ساتھ دل کو گدگدی لگائی جاتی ہے اور رمز و کنایہ کے ساتھ کسی عیب، کھوٹ اور خامی کی ذمہ دارانہ نشان دہی کی جاتی ہے، جس سے برا لگے بغیر عیب پر تنبہ اور اس کی اصلاح کی فکر ہونے لگتی ہے، یہ کوئی بے ہودہ اور غیر سنجیدہ طرزِ تحریر نہیں، مظفر بخاری کہتے ہیں:

''جس طرح نیکی اپنا انعام خود ہوتی ہے، اسی طرح مزاح بھی اپنا ثبوت خود ہی ہوتا ہے، جو تحریر آپ کے دل کو گدگدائے، آپ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ لائے اور گاہے گاہے قہقہہ لگانے پر مجبور کرے وہی اچھی مزاحیہ تحریر ہے''۔

آپ بیتی: مصنف کی ''اپنی کہانی اپنی زبانی'' کا نام آپ بیتی ہے، جس میں مصنف اپنی زندگی سے متعلق بیتے لمحات کو احاطۂ تحریر میں لاتا ہے اور مختلف مخفی گوشوں سے پردہ اٹھاتا ہے، یہ تحریر جگ بیتی یا تاریخی تحریر سے بالکل اچھوتی اور انفرادی لذت کا حامل ہوتی ہے،

بابائے اردو مولوی عبدالحق کہتے ہیں:

''آپ بیتی میں جو مزہ ہے، وہ جگ بیتی یا تاریخ میں کہاں؟ مؤرخ ہزار بے لاگ ہو اور تحقیق و تلاش میں سر مارے، آپ بیتی لکھنے والوں کو نہیں پہنچ سکتا بعض اوقات اس کے ایک بے ساختہ جملے سے وہ اسرار حل ہو جاتے ہیں جو مدتوں تاریخوں کی ورق گردانی کے بعد بھی میسر نہیں ہوتے''۔

سوانح عمری: ''سوانح'' عربی زبان کا لفظ ہے اور ''سانحہ'' کی جمع ہے، جس کے معنی واقعات، حادثات، روئے داد اور حالات کے ہیں، اور اصطلاح میں کسی شخص کی زندگی کے حالات کا تذکرہ ''سوانح عمری'' کہلاتا ہے، زندگی ایک مہماتی سفر ہے، جس میں مختلف قسم کے آسان اور دشوار مراحل پیش آتے رہتے ہیں، سوانح عمری کے ذریعہ انسانی زندگی کی مہمات و مراحل کا سچا نقشہ کھینچ کر انہیں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور اس طرح سوانح عمری انسان کی موت کے بعد بھی اس کی حیات بن جاتی ہے۔

سپاس نامہ: فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب وہ تحریری اظہارِ شکر ہے جس میں کسی معزز مہمان کی آمد کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، علاوہ ازیں اس میں اور دیگر مختلف باتیں بھی درج ہوتی ہیں، جن کی جانب مہمان کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔

سفرنامہ: ملکوں اور قوموں کے مشاہداتی حالات پر مشتمل مسافر کے ذاتی جذبات و احساسات سے ہم آہنگ ایک سنجیدہ اور معلوماتی تحریر ہے، جس میں مصنف محض اپنے سفر کی سرگذشت ہی بیان نہیں کرتا، بلکہ جن احوال و کوائف کو دیکھ کر وہ متأثر ہوتا ہے انہیں قاری کے سامنے سبق آموز بنا کر بھی پیش کرتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا: یونانی زبان کا لفظ ہے، جو اصل میں تین لفظوں سے مرکب ہے:

(۱) ''اِن'' بمعنی میں اندر

(۲) ''سائیکلو'' بمعنی چکر یعنی دنیا

(۳) ''پیڈیا'' بمعنی علم۔

اور اصطلاح میں ایسی تصنیف و کتاب ''انسائیکلوپیڈیا'' کہلاتی ہے جس میں دنیا بھر کے علوم و فنون سے متعلق معلومات درج ہوں، گویا وہ تصنیف ''قاموس العلوم، مخزن العلوم'' کا مصداق ہو اور وہ کتاب ''دائرۃ المعارف'' کا درجہ رکھتی ہو۔

اردو زبان و ادب کی اولیات:

اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز فیروز شاہ بہمنی کے دور سے ہوتا ہے، چناں چہ سب سے پہلے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے تصوف پر اردو زبان میں ''معراج العاشقین'' نامی کتاب تصنیف فرمائی اور پھر اس زبان و ادب میں تخلیق کا سلسلہ چل پڑا، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

سب سے پہلا ترجمۂ قرآن: ترجمۂ قرآن حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ، سب سے پہلا منظوم ترجمۂ قرآن وحی منظور علامہ سیماب اکبر آبادی، سب سے پہلا شعر مسعود سعد سلمان نے کہا، سب سے پہلا ناول مرأۃ العروس ڈپٹی نذیر احمد، سب سے پہلا مزاحیہ ناول فسانۂ آزاد پنڈت رتن ناتھ سرشار، سب سے پہلا جاسوسی ناول نیلی چھتری ظفر عمر، سب سے پہلا افسانہ سوز وطن منشی پریم چند، سب سے پہلا افسانوی مجموعہ خیالستان سجاد حیدر یلدرم، سب سے پہلا خاکہ مرزا فرحت اللہ بیگ نے لکھا، سب سے پہلا مجموعۂ مکاتیب اردوئے معلّٰی مرزا غالبؔ دہلوی، سب سے پہلا انشائیہ سرسید احمد خان نے لکھا، سب سے پہلا اردو شاعروں کا انسائیکلوپیڈیا خمخانۂ جاوید، سب سے پہلا ماہنامہ خیر خواہ ہند، سب سے پہلا اخبار جام جہاں نما منشی سدا سکھ کی ادارت میں ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے جاری ہوا، سب سے پہلا روزنامہ اردو گائیڈ ۱۸۵۸ء میں کلکتہ سے جاری ہوا، سب سے پہلا ڈرامہ رادھا کنہیا واجد علی شاہ، سب سے پہلا سفرنامہ عجائبات فرنگ، سب سے پہلا ترجمہ نشأۃ العشق عبداللہ حسینی (حضرت خواجہ گیسو دراز کے پوتے) سب سے پہلا اردو مزاحیہ شعر جعفر زٹلی نے کہا، سب سے پہلا اردو

شاعری کا تذکرہ گلشنِ ہند مرزا علی لطف، سب سے پہلا ریختہ مسعود بن سعد نے گیارھویں صدی عیسوی میں کہا، سب سے پہلا تنقیدی مضامین کا مجموعہ مقدمۂ شعر و شاعری خواجہ الطاف حسین حالی، سب سے پہلا قصیدہ نظامی بیدری نے سلطان علاؤالدین بہمنی کی مدح میں کہا، سب سے پہلا مسدس مسدس مرزا محمد رفیع سوداؔ، سب سے پہلا مرثیہ ملا وجہی نے کہا، سب سے پہلی ترجمہ شدہ کتاب سب رس ملا وجہی، ۱۶۳۵ء میں ترجمہ ہوا، سب سے پہلی سیرت کی کتاب خطباتِ احمد سرسید احمد خان، سب سے پہلی مطبوعہ کتاب انجیل اردو ۱۷۴۳ء میں بنجمن شلز نے جرمنی سے شائع کیا، سب سے پہلی اردو تاریخ صحافت کی کتاب اختر شہنشاہی حاجی سید محمد اشرف: ۱۸۸۸ء میں طبع ہوئی، سب سے پہلی اردو نثر کی کتاب کربل کتھا عہد محمد شاہ فضلی، سب سے پہلی ناول نگار خاتون رشیدۃ النساء بیگم ''اصلاح النساء'' نامی ناول ۱۸۸۱ء میں لکھی، سب سے پہلی کلیات کلیات محمد قلی قطب شاہ، سب سے پہلی رباعی رباعی کا پہلا شاعر ملا وجہی نے کہی، سب سے پہلی اردو لغت مصنفہ ایم ٹی ٹینی ۱۷۰۴ء میں، سب سے پہلی غزل غزل کا پہلا شاعر ولی دکنی نے کہی، سب سے پہلی آزاد نظم سمندر عبدالحلیم شرر، سب سے پہلی بچوں کی نظم اسماعیل میرٹھی نے لکھی، سب سے پہلی نثری نظم اپنے اور دوستوں کے لیے نظمیں عبدالرشید، سب سے پہلی معرّیٰ نظم تاروں بھری رات اسماعیل میرٹھی، سب سے پہلی قومی نظم مسدس حالی، خواجہ الطاف حسین حالیؔ، سب سے پہلی مثنوی رتن پدم کدم راؤ نظامی، سب سے پہلی سوانح عمری حیات سعدی، سب سے پہلی داستان نوطرز مرصع، محمد عطا حسین خان تحسین۔

اردو زبان وادب پر معیاری تصنیفات:

اردو زبان وادب پر آج تک بہت ساری اہم تصنیفات وجود میں آچکی ہیں، جن میں سے کچھ مشہور اور مستند تصنیفیں ان کے مصنفین کے ساتھ درج ذیل ہیں:

تاریخ زبان اردو: ڈاکٹر مسعود حسین

تاریخ ادب اردو: بابو رام سکسینہ (ترجمہ مرزا محمد عسکری)

جدید اردو شاعری: پروفیسر عبدالقادر سروری

تاریخ ادب اردو: ڈاکٹر سید اعجاز حسین

تعمیری ادبی تحریک، افکار و مسائل: پروفیسر احمد سجاد

تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات: ڈاکٹر تاراچند

اردوئے قدیم: شمس اللہ قادری

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: پروفیسر حافظ محمود شیرانی

تاریخِ ادب اردو: ڈاکٹر جمیل جالبی

عالمی ادبی معلومات: زاہد حسین انجم

وہ جو شاعری کا سبب ہوا......: ڈاکٹر کلیم عاجزؔ

متاعِ قلم: ریاض حسین چودھری

اصنافِ ادب: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

انشائے ماجدی: مولانا عبدالماجد دریابادی

ادبی شہ پارے: محمد سمیع الدین

اردو زبان، مسائل اور امکانات: سید شوکت علی شاہ

غبارِ خاطر: مولانا ابوالکلام آزاد

اردو ادب کی تنقیدی تاریخ: سید احتشام حسین

اردو مرثیے کی سرگذشت: ڈاکٹر اسدا ریب

نگارشاتِ آزاد: مولانا ابوالکلام آزاد

انشائیہ اردو ادب میں: ڈاکٹر انور سدید

اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ: ڈاکٹر سلیم اختر

مختصر تاریخِ ادب اردو: پروفیسر محمود بریلوی

❀❀❀❀❀

تجزیہ

جناب پروفیسر انیس چشتی صاحب کا پیش کردہ

”یک سالہ تدریسی اور عصری کورس برائے فارغین مدرسہ“

ایک تنقیدی جائزہ

مولانا محمد نفیس خان ندوی، دار عرفات، رائے بریلی

اس وقت مدارس اور مدارس کا نصاب ہر کسی کے لیے موضوع بحث یا بالفاظ دیگر تختۂ مشق بنا ہوا ہے، ہر کسی کو انہی کی اصلاح کی فکر لگی ہوئی ہے، جبکہ امت کا محض دو فیصد طبقہ مدارس سے جڑا ہوا ہے اور وہ دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے کامیاب اور مطمئن ہے، لیکن ہمارے ”روشن خیال مفکرین“ اس سے مطمئن نظر نہیں آتے اور ان کو سب سے زیادہ فکر امت کے اسی دو فیصد طبقہ کی ہے، پتہ نہیں انھیں قوم کے ان اٹھانوے فیصد کا خیال کیوں نہیں آتا جو عصری علوم کے نام پر دین اور آخرت سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور دنیا کی حرص میں کولھو کے بیل بنے ہوئے ہیں، ہمارے مفکرین کو اگر فکر ہے تو اہل مدارس کے معاش کی، جبکہ مدرسوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں بنیادی زور اسی بات پر ہوتا ہے کہ رزق کا ذمہ اللہ پاک نے خود لے رکھا ہے، بس انسان جائز طریقہ پر اپنی بھر کوشش کرتا رہے، یہی وجہ ہے کہ آج علمائے مدارس کے پاس گرچہ بڑی جاگیریں نہیں، بینک بیلنس نہیں، بھاری تنخواہیں نہیں لیکن وہ اپنی زندگیوں سے مطمئن ہیں اور قوم وملک کی خدمت میں منہمک ہیں، یہ بات دعوی سے کہی جاسکتی ہے کہ مدارس کے طلبہ کبھی بے روزگار نہیں ہوتے، جبکہ ان کو اس کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی، اس کے بالمقابل عصری ڈگریوں کے بہت سے حامل رکشہ چلاتے، ٹھیلا لگاتے بکثرت مل جائیں گے، اور ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو بڑی ڈگریوں کے باوجود بے روزگار ہیں، یہ مدارس کے مقابل عصری نظام کی ناکامی ہے کہ اس کا سارا زور روزگار فراہم کرنے پر ہے، مگر بے روزگاری ہے کہ بڑھتی ہی جارہی ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو اہل مدارس ہر اعتبار سے کامیاب ہیں اور ان کی کامیابی کی گارنٹی اللہ رب العزت نے لے رکھی ہے؛ لیکن عصری علوم کے حاملین کے لیے کوئی گارنٹی نہیں، ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ بعض اہل مدارس بڑی تنخواہوں اور کم وقت میں زیادہ پیسہ کمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں لیکن اس کی وجہ بھی ہمارے نام نہاد مفکرین کی وہ مادہ پرستانہ باتیں جو ان کے ذہن کو متأثر کرتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے ہر میدان میں مسلمانوں کو آگے آنا چاہیے بلکہ ان کو قائدانہ کردار نبھانا چاہیے؛ لیکن یہ کیوں ضروری سمجھ لیا گیا کہ یہ ساری ذمہ داری فارغین مدارس کی ہی ہے، دوسرے میدانوں کے ساتھ علوم شرعیہ کا میدان اہم ترین بلکہ ضروری ترین شعبہ ہے اور اس کام کے لیے امت کا ایک مختصر طبقہ لگا ہوا ہے، تو کیوں دوسری ذمہ داریاں بھی اس کے سپرد کر کے اس کے اس شعبہ کو متأثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

امت کے وہ بہی خواہ جن کو مدارس کے نظام اور نصاب کی بڑی فکر رہتی ہے اگر وہ واقعی اپنی نیت میں سچے ہیں تو ان کو چاہیے کہ مدارس کے ذمہ داروں سے مل کر اس موضوع پر بات کریں اور پھر ان کی ہی سرپرستی میں کوئی اقدام کریں، ورنہ ان کی کوششیں ثمر آور ہونے کے بجائے امت میں انتشار کا ذریعہ بنیں گی۔

اور بالفرض اگر ان کو اہل مدارس کا تعاون حاصل نہیں ہے تو اس کا

مطلب یہ نہیں کہ اس کو اختلاف کا موضوع بنایا جائے، بلکہ اپنے دائرہ کار میں کوشش کرنی چاہیے اور پھر وقت خود صحیح اور غلط کا فیصلہ کردے گا، لیکن انتشار اس وقت بڑھ جاتا ہے جب مدارس کو موضوع ایسے لوگ بناتے ہیں جو اپنے موضوع کے ساتھ دوسرے موضوعات میں بھی خود کو مکمل اور قابل استناد سمجھنے لگتے ہیں، پھر ان کی خود پسندی اس وقت سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب وہ کسی دینی مسئلہ کو زیر بحث لاتے ہیں اور اس میں اپنی رائے کو قول فیصل سمجھتے ہیں، جبکہ یہ دنیا کا بھی مسلمہ قانون ہے کہ کسی ایک مرض کا ماہر ڈاکٹر ہر مرض کا علاج نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کہ کوئی محض اپنے مطالعہ سے اس کی کوشش کرے؛ لیکن کیا کیا جائے کہ دینی معاملات میں رائے زنی کرنا ہر کس و ناکس کا حق بنتا جارہا ہے، جن مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے میں علماء کو برسوں لگ جاتے ہیں انھیں عقلی بنیادوں پر چٹکیوں میں حل کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جس طرح ہم دنیوی معاملات میں ماہر فن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح دینی میں معاملات میں رجوع انہی کی طرف کرنا چاہیے جو مستقل اس میں لگے ہوئے ہیں، اور وہ مدارس کے نصاب اور اس کے تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں اور بالفرض کہیں ان سے کوتاہی ہورہی ہے تو ان سے ملاقات کرکے مسئلہ کو حل کیا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ نظر آنے والی کوتاہی محض غلط فہمی کی بنا پر ہو۔

جناب انیس چشتی صاحب علمی حلقہ میں غیر متعارف نہیں ہیں، اصحاب علم ودانش ان کی شخصیت سے واقف اور ان کی فکر سے آشنا ہیں، موصوف ایک منجھے ہوئے قلم کار کی حیثیت سے بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں، آپ کے مضامین مختلف اخبارات ورسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں، حال ہی میں جناب والا کا ایک مضمون شائع ہوا، جس کا عنوان تھا ''یک سالہ تدریسی اور عصری کورس برائے فارغین مدرسہ''، اب یہ مضمون کتابچہ کی شکل میں بھی شائع ہوچکا ہے، عنوان خاصا پرکشش اور فکری توجہ کا طالب ہے، اسی سوچ کے ساتھ راقم نے جناب کے مضمون کا مطالعہ شروع کیا مگر چند سطروں کے بعد ہی محسوس ہونے لگا کہ پروفیسر صاحب نے موضوع تو بہت ہی نازک چھیڑا مگر شاید وہ خود موضوع کی نزاکت کو محسوس نہ کرسکے، اور پھر دوبارہ اس کو پڑھنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی۔

موصوف نے جن باتوں کو اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے آیئے اس کا ایک جائزہ لیتے ہیں:

موصوف لکھتے ہیں: ''ہم بہت غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دینی اداروں میں جتنے اساتذہ کام کررہے ہیں وہ سب کے سب غیر تربیت یافتہ ہیں اور محض اٹکل اور ذاتی تجربوں کی بنیاد پر تدریسی زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہے ہیں''۔

موصوف کا ایک طویل عرصہ سے اہل مدارس سے واسطہ رہا ہے لیکن افسوس کہ جناب کو سب کے سب نااہل نظر آئے اور اگر بالفرض جناب کی بات مان لی جائے تو نتیجہ یہ نکلا کہ مدارس کا وجود اب بے معنی رہ گیا ہے اور مسلم قوم ان علماء پر بھروسہ کرکے بہت بڑی غلطی کررہی ہے، جبکہ حقیقت سے دنیا واقف ہے کہ یہی مدرسے اسلام کے قلعے ہیں اور ان کی حفاظت کرنے والے نااہل نہیں ہوسکتے۔

موصوف آگے رقمطراز ہیں: ''سرکاری اور نجی سطح پر ہم نصاب بنانے کے مجاز ہیں'' جناب نے جب اس قدر نازک موضوع کو چھیڑا تھا تو بہتر ہوتا کہ اپنے مجاز ہونے کی سند جواز کا بھی حوالہ دے دیتے، اور اگر جناب کے بقول ان کا چالیس سال کا تدریسی تجربہ ہے تو یقیناً اس تجربہ کا تعلق مدارس سے نہیں ہے، پھر بھی آپ خود کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں۔

جناب عالی نے کورس کی جو تفصیلات بیان کی ہیں ان میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ کورس کون چلائے گا؟ اہل مدارس یا عصری درسگاہوں کے ذمہ داران؟ تاہم استفادہ کرنے والوں کے لیے کچھ شرطیں جن میں ابتدائی یہ ہے کہ ''داخلہ کے وقت تمام امیدواروں کو ایک تحریری اور تقریری امتحان سے گذرنا ہوگا'' یہ امتحان کس نوعیت کا ہوگا اور یہ امتحان کون لے گا؟ مدارس کے ''نااہل اساتذہ'' یا کوئی اور......؟

مجوزہ کورس کی تفصیلات جناب والا نے مختلف ذیلی عناوین کے تحت ذکر کی ہیں ان کا تجزیہ انھیں عناوین کے تحت کرنا زیادہ مفید ہوگا۔

کورس کی تفصیلات (مقاصد):

اس ضمن میں جناب نے متعدد مقاصد ذکر فرمائے ہیں، کاش کہ جناب نے مدارس کے مقاصد کو ان کے ذمہ داروں سے ہی سمجھا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ ان کے مقاصد کس قدر عالی و آفاقی ہیں، تاہم موصوف لکھتے ہیں ''یہ افراد عصری نظام کو دین کے آفاقی اور روحانی نظام کے تناظر میں برتنے کے اہل ہوں'' عصری نظام سے جناب کی کیا مراد ہے؟ اگر اس کی وضاحت ہو جاتی تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ مدارس کا نظام ونصاب وقت کے تقاضوں کے تحت ہوتے ہیں اور یہاں کے فارغین عصری نظام کو بخوبی برتنا جانتے ہیں، یہاں مثالوں کے بیان کی ضرورت نہیں اور نہ یہ دعوی ہے کہ کہیں کے بھی نظام ونصاب کا نتیجہ صد فی صد نہیں ہوتا۔

موصوف آگے لکھتے ہیں: ''کورس کے ختم ہوتے ہوئے طلبہ میں بلا تفریق مذہب وملت انسانی ہمدردی کا جذبہ بدرجہ اتم پیدا ہو جائے'' کیا قرآن وحدیث سے بڑھ کر کسی کتاب میں انسانی ہمدردی کو موثر ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے؟! اس کے علاوہ جناب نے جتنے مقاصد کا ذکر کیا ہے وہ خود محل نظر ہیں، پھر بھی نصاب میں ایسی تاثیر کہیں سے محسوس نہیں ہوتی جس سے ان مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے اور اگر بات محض مقاصد کو بیان کرنے کی ہی ہے تو ان مقاصد سے کہیں پر کشش اور انسانی ذہن ودماغ کو مہمیز کرنے والے مقاصد ذکر کیے جا سکتے تھے۔

کورس کے دوران:

''امتحانات میں عدم شرکت نا قابل تلافی جرم ہوگا'' یہ ایک سنگین جرم ہے کہ تعلیم پوری کرنے کے بعد امتحانات میں شرکت نہ کی جائے، لیکن اس جرم سے روکنے کی کیا کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟ یہ اسی صورت ممکن ہے جب جناب کی طرف سے دی جانے والی سرٹیفکٹ کی مارکیٹ میں کوئی اہمیت ہو، ورنہ آپ کا مقصد گر سال بھر تربیت دینا ہے تو وہ مقصد بغیر امتحان کے بھی پورا ہے اور امتحان میں کسی طالب علم کا شریک نہ ہونا اپنے مقاصد میں نا کام ہونے کی دلیل ہے۔

معلوماتی عصری مضامین:

اس ضمن میں موصوف لکھتے ہیں '' جغرافیہ: جماعت پنجم تا ہفتم اسکولی نصاب میں پڑھائی جانے والی کتابوں منتخب اسباق جو قرآن وحدیث سے مطابقت رکھتے ہیں''۔

اول تو اس کی صراحت نہیں ہے کہ کس صوبہ کے اسکول کی کتابیں مراد ہیں، دوم جغرافیہ کے کورس کی کتابوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، کیونکہ ان کی تحقیقات ونظریات خود بدلتے رہتے ہیں، جبکہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ باتیں تا قیامت نہیں بدلیں گی، اور پھر اس موضوع کو پڑھانے کے لیے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہوگی جو جغرافیہ کے ساتھ قرآن وحدیث سے بھی واقف ہو تا کہ موضوع کا حق ادا ہو سکے، اور ظاہر ہے کہ ایسے اساتذہ ملنا مشکل ہے، اسی لیے یہ کورس پیش کیا جا رہا ہے۔

اختیاری مضامین:

اس ضمن میں جناب نے ''موٹر ڈرائیونگ، کمپیوٹر کی ایڈوانس اسٹڈی، پرنٹنگ ٹیکنالوجی، ڈیزائننگ، پروفریڈنگ، لائبریری سائنس، انگریزی بول چال میں مہارت وغیرہ'' کو ذکر کیا ہے، غور کیجیے یہ سارے موضوعات وہ ہیں جن کا تعلق براہ راست معاشی ضروریات سے ہے نہ کہ دعوت اسلامی سے، یہ اس لیے کہ جناب نے اپنے مضمون کی ابتدا میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''ہم نہایت ہی غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ فارغین کی ایک بڑی تعداد اس فراق میں رہتی ہے کہ کس طرح انھیں جدید کورسوں میں داخلہ مل جائے، اور وہ کمپیوٹر اور انگریزی سیکھ کر کسی ایمبیسی یا ادارے میں کلرکی کر لیں یا عصری تعلیم گاہوں سے وابستہ ہو جائیں جہاں پیسہ بھی ہے اور چمک بھی اور مواقع ملتے ہی مترجم، مدرس یا امام کی حیثیت سے یورپ اور امریکہ کا رخ کر لیں، بہت کم لوگ ہم نے ایسے دیکھے جو داعیانہ اور اسلامی زندگی گذارنے

کے حق میں ہیں یا گذار رہے ہیں''۔

مدارس میں طلباء کو خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے جس پر جناب کو افسوس ہے کہ فارغین ''پیسہ اور چمک'' کی فکر میں رہتے ہیں تو جب ان کو خالص وہی کورس پڑھایا جائے گا جس کے نتیجہ میں پیسہ اور چمک کی فراوانی ہے تو پھر ان کا کیا حشر ہوگا؟ یہ بھی قابل غور ہے کہ مدرس اور امام کو بھی اس زمرہ میں شامل فرمالیا ہے۔

روحانیت:

اس عنوان کے تحت جناب لکھتے ہیں: ''روزانہ بعد نماز فجر کم از کم نصف پارے کی تلاوت اور ترجمہ، فجر کے بعد وظائف اور اوراد کسی روحانی پیشوا کی خدمت کم از کم پندہ روز وقت گذاری، جمعہ کے روز معمول تلاوت کے علاوہ سورۂ کہف اور سورۂ یٰسین کی تلاوت''۔

روحانیت کا کتنا سہل نسخہ جناب نے پیش کردیا، شاید جناب کو معلوم نہیں کہ مذکورہ باتوں میں سے اکثر کی پابندی اکثر علماء دوران طالب علمی ہی سے کرتے ہیں اور وہ روحانی پیشوا سے ربط بھی رکھتے ہیں اور ان کے یہاں حاضری بھی دیتے رہتے ہیں، البتہ ''وقت گذاری'' کی نیت سے نہیں، جناب نے سال بھر میں صرف پندرہ دن رکھے، کیا روحانی تربیت کے لیے یہ کافی ہیں؟۔

مطالعات:

پروفیسر صاحب نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک سرسری مطالعہ اور دوسرے لازمی مطالعہ۔

لازمی مطالعہ میں جناب نے ''صحبتے با اہل دل، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، اسلام اور سائنس، اسلام اور عصر جدید، تعلیم شناسی، اردو تعلیم آج اور کل'' کا ذکر فرمایا ہے، واضح رہے کہ بات چل رہی ہے لازمی مطالعہ کی اور یہ نصاب ان کے لیے ہے جو مدارس سے فارغ ہیں، اس میں تدریسی اور عصری تربیت کے سیکھنے سے متعلق کوئی کتاب نہیں اور جن کتابوں کو شامل کیا گیا ہے ان موضوعات سے فارغین مدارس پہلے ہی سے واقف ہوتے ہیں اور بیشتر کتابیں ان کے مطالعہ سے گزر چکی ہوتی ہیں، تاہم جناب نے سال بھر مطالعہ کے لیے اس مختصر فہرست میں خود اپنی دو کتابیں شامل فرمائی ہیں، اس کے علاوہ اسلام اور عصر جدید نام سے مولانا وحید الدین خان کی کتاب کا ذکر کیا ہے جبکہ خود خانصاحب میں کھلا ہوا فکری انحراف موجود ہے، اس کے علاوہ صحبتے با اہل دل حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ہے جس کا موضوع تصوف ہے۔

سرسری مطالعہ کے ضمن میں جناب نے سوانح عبدالقادر رائے پوریؒ، حیات عبدالحئی، نبی رحمت، آواز دوست، تاریخ ادب اردو، کا ذکر کیا ہے، یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ ان کتابوں میں سے دو کتابیں دو مختلف بزرگوں سے متعلق ہیں، اور دو اردو ادب سے متعلق اور ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے، کورس کا عنوان دیکھئے اور مطالعہ کے لیے منتخب کی گئی کتابوں کی وسعت، اس پر طرفہ یہ کہ نبی رحمت جیسی اہم کتاب سرسری مطالعہ میں شامل ہے۔

طریقۂ تدریس:

اس عنوان کے تحت موصوف نے جو کچھ لکھا وہ جناب کی کم علمی کی کھلی نشانی ہے اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ موصوف مدارس اور اہل مدارس سے اس قدر ربط رکھنے کے باجود ایسی بھونڈی بات کیسے لکھ دی!

جناب کے الفاظ ہیں: ''۲۸ سالہ تجربے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مدارس میں ان علماء کو یا تو تاریخ پڑھائی جاتی ہے یا زباندانی، مثلاً حدیث، علم اسماء الرجال، فقہ وغیرہ، تاریخ ولسانیات ہے، تو حدیث، تفسیر اور دیگر علوم زباندانی۔''

پہلے تو جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ زباندانی اور تاریخ کی تعریفات کیا ہیں اور پھر یہ کہ تفسیر، حدیث، فقہ، علم اسماء الرجال وغیرہ کن موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں، جناب نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ حدیث، علم اسماء الرجال، اور فقہ کا تعلق تاریخ سے ہے، اور تفسیر وحدیث اور دیگر علوم زباندانی ہیں؟ اس پر مستزاد یہ کہ جناب نے حدیث کو دونوں فن میں ذکر کردیا ہے، اب یہاں اس کا موقع نہیں کہ ان علوم کے موضوعات سے

بحث کی جائے، البتہ تھوڑی دیر یہ سوچا جا سکتا ہے کہ مدارس کے فارغین کے لیے ایک ایسا شخص نصاب پیش کر رہا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ ان مدارس میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں وہ کس نوعیت کے ہیں؟۔

موصوف آگے لکھتے ہیں: ''اس لیے تدریس کے لیے انھیں صرف دو مضامین یعنی تاریخ اور زبان دانی کے ہی اسباق دئے جائیں''۔

اول تو اسکی وضاحت نہیں ہے کہ طلباء کہاں اور کس کو پڑھائیں گے؟ اور ان سے جب یہی دو مضامین پڑھوائیں جائیں گے جن کی انھیں مدارس میں کم از کم تربیت دی جاتی ہے تو آپ کے نصاب کو اختیار کرنے کا فائدہ کیا؟ جو وہ جانتے ہیں انھیں میں ان کو لگایا جائے گا تو ان کی تدریسی تربیت کیسے ہوگی؟

فیکلٹی:

اس کے ضمن میں جناب فرماتے ہیں کہ ''اس کورس کی فیکلٹی مشکل سے میسر آتی ہے، اس لیے ملک بھر کے شہرت یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کی ایک فہرست تیار کی جائے گی اور ان کی توسیعی خطبات کا اہتمام کیا جائے گا۔''

ظاہری بات ہے کہ ملک بھر سے شہرت یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کی فہرست تیار کرنے اور ان کے خطبات کا اہتمام کرانے میں جناب موصوف کا ہی مرہون منت رہنا پڑے گا، تاہم کسی طرح ان افراد کی خدمات حاصل کر بھی لی جائیں تو معاملہ پورے سال کا ہے، باقی دنوں میں اس کورس کو پڑھانے کے اساتذہ کہاں سے آئیں گے؟ جبکہ جناب کے قول کے مطابق ''اس کورس کی فیکلٹی بہت مشکل سے میسر آتی ہے۔

جناب والا آگے لکھتے ہیں: ''سال میں کم از کم تین مرتبہ انٹرنیشنل سطح کے اساتذہ کو بلوا کر تربیت کا بندوبست بھی کیا جائے گا''۔

یہ بندوبست کر پانا کس کس کے بس میں ہے؟ اور ان انٹرنیشنل شخصیات کی فیس کا بندوبست کیسے ہو سکے گا؟ ہندستان میں ایسی انٹرنیشنل شخصیات کتنی ہیں جو دینی علوم کے ساتھ عصری علوم میں بھی مہارت رکھتی ہوں؟!!

مذاهب کا تقابلی مطالعه:

اس کے تحت جناب نے چار مذاہب کو شامل کیا ہے، ہندوازم، عیسائیت، سکھ ازم، اور بدھ مت۔

جناب لکھتے ہیں: ''سال بھر میں ہر مذہب پر اس مذہب کے پیشوا مناسب وقفوں سے آٹھ لکچر دیں گے، ہر لکچر ایک گھنٹے کا ہوگا اور ۲۰ منٹ سوال و جواب کے لیے ہوں گے''۔

مختلف مذاہب کا مطالعہ اہم اور ضروری ہے، لیکن یہ قید لگانا کہ خود اس مذہب کا پیشوا مختلف لکچر دے گا کیسے درس ہو سکتا ہے، کیونکہ ہر مذاہب کا پیشوا اپنے مذہب کو دلائل سے درست ثابت کرنا چاہے گا اور اس لکچر کو سننے والے وہ طلباء جواب تک ''کسی کام کے'' نہیں تھے اگر ان کی چرب زبانی، دلائل کی بوچھار اور کچھ ان کی اپنی تپسّیا کی تاثیر سے متاثر ہو گئے تو...... ؟ اور اگر نا بھی ہوئے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان مذاہب کے پیشوا ان سے پوچھے گئے ہر سوال کا جواب دے سکیں، مثال کے طور پر ہندوازم کے پیشوا سے کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ ہندو دھرم میں ''شیو لنگ پوجا'' کی کیا حقیقت ہے؟ اسی طرح کسی عیسائی سے ''عقیدۂ تثلیث'' کی وضاحت دریافت کر لی جائے؟ یا پھر کسی سکھ سے پوچھا جائے کہ وہ کس کی بندگی کرتے ہیں؟ یا پھر بدھسٹ سے دریافت کیا جائے کہ گوتم بدھ کو خدا کس نے بنایا؟ وغیرہ، تو اس طرح کے سوالات سے ہمیں نہیں لگتا کہ بین المذاہب دوریاں ختم ہوں گی، البتہ ناچاقیوں کے مزید بڑھنے کے امکانات واضح ہیں۔

موصوف آگے لکھتے ہیں: ''ان چار مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کر کے کثرت میں وحدت یا پیام انسانیت یا اتحاد بین المذاہب جیسے عنوان پر مقالے تیار کریں گے''۔

اگر پروفیسر صاحب ''کثرت میں وحدت'' اور ''اتحاد بین المذاہب'' کی تشریح بھی فرما دیتے تو موضوع کی مزید وضاحت ہو جاتی، اس طرح ان چار مذاہب کی مستند کتابوں اور ان کی زبان کی طرف بھی رہنمائی فرما دیتے تو استفادہ آسان ہو جاتا۔ ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۵ پر﴾

فضائل

اعتکاف
فضیلت اور احکام

مفتی احسن عبدالحق ندوی رفیق دارعرفات تکیہ کلاں، رائے بریلی

اعتکاف عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی ٹھہرنے اور اپنے آپ کو روک لینے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں مسجد کے اندر نیت کے ساتھ اپنے آپ کو مخصوص چیزوں سے روک رکھنے کا نام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی خاص فضیلت بیان فرمائی ہے، آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالت اعتکاف میں معتکف گناہوں سے تو باز رہتا ہی ہے اور مسجد سے باہر نہ نکلنے کے وجہ سے جن نیکیوں سے محروم رہتا ہے وہ نیکیاں بھی اللہ تعالی کے فضل سے اسکے ذخیرہ حسنات میں داخل ہوجاتی ہیں "ویجزیٰ لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا "۔(ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۷۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پابندی سے اعتکاف فرمایا ام المومنین حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک برابر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف فرمایا "عن عائشةؓ زوج النبیﷺ أن النبيﷺ یعتکف العشر الأواخر من رمضان حتی توفاہ اللّٰہ تعالی ثم اعتکف أزواجہ من بعدہ"۔(بخاری:۲۰۲۶،مسلم:۲۷۸۴)

دس دن کا اعتکاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، ایک سال اعتکاف نہ کر سکے تو دوسرے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا:"عن أبي بن کعب أن النبیﷺ کان یعتکف العشر الأواخر من رمضان فلم یعتکف عاما،فلما کان في العام المقبل اعتکف عشرین لیلة"۔(أبوداود:۲۴۶۳،ترمذی:۸۰۳)

اعتکاف اپنی روح اور اصل کے اعتبار سے روزہ کے مقاصد کی تکمیل ہے۔

اعتکاف کی قسمیں:

فقہاء نے احکام اور اہمیت کے اعتبار سے اعتکاف کی تین قسمیں قرار دی ہیں، واجب، مسنون، مستحب۔

اعتکاف واجب: اعتکاف کسی نذر اور منت ماننے کی وجہ سے دوسری عبادتوں کی طرح اعتکاف بھی واجب ہوجاتا ہے، اعتکاف کم ازکم ایک دن کا ہوگا، اس سے کم کا نہیں اور اس کی نذر کے وقت روزہ رکھنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، بہر حال روزہ رکھنا بھی واجب ہوگا۔

اعتکاف مسنون: رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کرلیا تو سبھوں کے ذمہ سے ترک سنت کا گناہ ختم ہوجائے گا؛ اور اگر کسی نے نہیں کیا تو تمام لوگ ترک سنت کے مرتکب ہونگے اور گنہگار ہوں گے، اعتکاف مسنون کے لئے روزہ ضروری ہے۔

اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ ۲۰ رمضان المبارک کو عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور ۲۹ رمضان المبارک کو عید کا چاند ہونے کے بعد یا ۳۰ رتاریخ کو غروب آفتاب کے بعد واپس آجائے۔

اعتکاف نفل: اعتکاف نفل میں نہ روزہ کی شرط ہے، نہ مسجد میں شب گذاری وغیرہ کی اور نہ دنوں کی کوئی تعداد ہے، جتنے دن اور جتنے لمحات کا چاہے اعتکاف کرسکتا ہے، اسکا طریقہ یہ ہے کہ مسجد میں داخل

ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلے، اس طرح جب تک وہ مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور جب باہر آجائے گا اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

اعتکاف کی شرطیں:

اعتکاف صحیح ہونے کے لئے معتکف کا مسلمان اور عاقل ہونا، نیت کا ہونا، مرد کا جنابت اور عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا، نیز ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہو شرط ہے، بالغ ہونا ضروری نہیں، قریب البلوغ اور سمجھدار نابالغ بھی اعتکاف کر سکتے ہیں، واجب اور مسنون اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔

اعتکاف کی بہتر جگہ:

اعتکاف ان عبادات میں سے ہے جسکی ادائیگی مسجد میں ہونی چاہئے کہیں اور بیٹھ جانا کافی نہیں اسلئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا ہے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوتا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۹۷۰۱) اعتکاف کے لئے مردوں کے حق میں سب سے بہتر مسجد حرام، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصی، پھر شہر کی جامع مسجد جہاں نمازی زیادہ آتے ہوں اور پھر اپنے محلّہ کی مسجد ہے۔

عورتوں کا اعتکاف:

عورتوں کے لئے اعتکاف کرنا سنت ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شوہر سے اجازت لے لے، عورتوں کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، ان کو گھر میں اعتکاف کرنا چاہئے، اگر گھر میں کوئی جگہ پہلے سے نماز کے لئے متعین ہے تو وہیں اعتکاف کرے، یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کیونکہ اس دور میں خواتین کا مسجد میں معتکف ہونا فتنہ سے خالی نہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لئے مسجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلہ میں گھر میں ادا کرنے کو بہتر قرار دیا ہے۔

اعتکاف کے مستحبات:

معتکف کو چاہئے کہ اپنا وقت تلاوت قرآن، حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، انبیاء وصالحین کے واقعات وحالات اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور انہیں چیزوں کی تدریس دینی کتابوں کی تصنیف وتالیف وغیرہ میں اپنا وقت لگائیں، اعتکاف کی حالت میں خوشبو وغیرہ لگا سکتے ہیں، اعتکاف کے آداب میں یہ بھی ہے کہ مسجد کے آداب کا لحاظ رکھا جائے، مسجد میں سامان لاکر خرید وفروخت کا معاملہ نہ کیا جائے ہاں اگر سودا باہر ہو تو اس قسم کے معاملات کی گنجائش ہے، عبادت سمجھ کر بالکل خاموش رہنا یا بیہودہ اور نامناسب باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔

مفسدات اعتکاف:

بیوی سے ہم بستری، اندرون مسجد ہو یا باہر، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، دن میں ہو یا رات میں، انزال ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جائے گا، ہم بستری سے پہلے کے مرحلے یعنی بوسہ شہوت کے ساتھ چھونا وغیرہ بھی جائز نہیں مگر اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا البتہ بیوی سے بات چیت کرنا درست ہے، اسی طرح ایسی بیہوشی جو ایک دن سے زیادہ ہوگئی ہو مفسدات اعتکاف ہے، عورت کو حیض آگیا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اسکی قضاء واجب ہوگی، دن میں جان بوجھ کر کھا پی لینے سے جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مسجد سے باہر نکلنا:

بلاضرورت مسجد سے باہر نکل جانا بھی مفسدات اعتکاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو بلاضرورت تھوڑی دیر کے لئے نکلنے سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک دن رات کے اکثر حصہ میں مسجد کے باہر رہنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، البتہ بالاتفاق ضرورتاً نکلا جا سکتا ہے، یہ ضرورت دو قسم کی ہے، طبعی، شرعی، ضرورت طبعی سے مراد پیشاب، پائخانہ، یا غسل واجب ہونے کی صورت میں غسل کے لئے نکلنا، کھانا لانے والے نہ ہوں تو کھانے کے لئے باہر نکلنا وغیرہ شامل ہے، مگر ان صورتوں میں بھی ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا نہیں چاہئے۔

ان ہی شرعی امور میں علماء نے حقہ کو بھی شمار کیا ہے کہ مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر بو زائل کر کے مسجد میں آ جانا چاہئے، یہی طریقہ ان لوگوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے، جو سگریٹ پان وغیرہ کے عادی ہوں شرعی ضرورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اگر ایسی مسجد میں معتکف ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے، جمعہ کے لئے جامع مسجد جانا درست ہے، البتہ اسکی رعایت ضروری ہے کہ صرف اتنی دیر دوسری مسجد میں ٹھہرے کہ تحیۃ المسجد پڑھ لے سنت ادا کر لے پھر خطبہ سنے جمعہ کے بعد کی سنتیں ادا کرنے کے بعد جلد از جلد اپنی مسجد واپس آ جائے تاخیر مکروہ ہے، اگر کوئی شخص جبراً نکال دے یا مسجد منہدم ہو جائے جسکی وجہ سے نکلنا پڑے یا اس مسجد میں جان و مال کا خطرہ لاحق ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں اس مسجد کے بجائے دوسری مسجد میں جا کر معتکف ہو جانا درست ہے اور اس سے اعتکاف میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، البتہ دوسری مسجد میں فوراً بلا تاخیر منتقل ہو جائے، اسی طرح اگر اعتکاف کے درمیان مسجد سے نکل کر آذان دینے کے لئے منارہ پر چڑھ جائے تو اسکی بھی اجازت ہے۔

اعتکاف کی قضاء:

اگر اعتکاف واجب تھا اور کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو اسکی قضاء مسنون ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صرف اس دن کی قضاء کرنی ہوگی جس دن کا اعتکاف ٹوٹ گیا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورے دس دن کی قضاء واجب ہوگی مشہور فقیہ علامہ حافظ ابن ہمامؒ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے اس لیے یہی زیادہ محتاط طریقہ ہے کہ پورے عشرہ کی قضاء کر لی جائے۔ ❁❁❁

﴿بقیہ صفحہ ۴۲ کا......﴾

اس پورے کورس کی مدت جناب نے دس ماہ رکھی ہے جبکہ اس میں متعدد چھٹیاں بھی شامل ہیں، لیکن آگے چل کر موصوف یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ ''کورس کے اولین ٦ ماہ تدریسی مضامین کے مواد کے لیے مخصوص ہیں، بقیہ چھ ماہ کے دوران طلباء کو کلاسوں میں اسباق لینے ہوں گے''۔

اس اعتبار سے کورس تو ۱۲ مہینوں کا ہوا نہ کہ دس مہینوں کا، نیز طلباء کن کلاسوں میں اسباق لیں گے اس کی بھی صراحت نہیں ہے۔

یہ ہے ایک جائزہ اس کورس کا جو فارغین مدارس کے لیے پیش کیا گیا ہے، جس میں مختلف قسم کے جھول ہیں اور کہیں سے بھی فارغین مدارس یا بالفاظ دیگر علماء کے شایان شان نہیں۔

اس جائزہ کا مقصد کسی صرف اتنا ہے کہ اجتماعی کام اجتماعیت کے ساتھ ہی مفید ہیں نیز یہ کہ ایک شخص اپنے دائرہ کار میں جتنا کامیاب ہے ضروری نہیں کہ ہر میدان میں وہ قابل قبول سمجھا جائے، یہ زمانہ اختصاص کا ہے اور اختصاص کے بغیر کوئی بھی رائے جو بظاہر پرکشش ہی کیوں نہ ہو تسلیم نہیں کی جائے گی۔

❁❁❁

شوگر ختم

جو لوگ شوگر کے مرض میں مبتلا ہوں وہ اب مایوس نہ ہوں، قدرت نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، ہمارے دیسی علاج سے شوگر کا مرض ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے اور دوبارہ اس کا حملہ نہیں ہوتا، شوگر کے وہ مریض جو انگریزی دوائیں کھاتے کھاتے پریشان ہو گئے ہوں اور آرام نہیں ہوتا تو وہ علاج کے لیے آج ہی ہمیں لکھیں، ملیں یا فون پر رابطہ کریں۔

مایوسی کی ضرورت نہیں

بواسیر۔ پتھری۔ پورے بدن کا درد۔ گھٹیا۔ سانس کا پھولنا
اس کے علاوہ
زنانہ و مردانہ پوشیدہ امراض کا مکمل کامیاب علاج
کمزوری چاہے کسی بھی عمر میں ہو
شادی سے پہلے یا بعد میں کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کریں۔

فون نمبر: 05922-250995
موبائل: 09412391643

پھول والے حکیم

محلّہ ملانہ، امروہہ، ضلع جے۔ پی۔ نگر
(یو۔ پی) 244221

اشتہار

حقائق

اسلام اور جہاد

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

اسلام دشمن طاقتیں اپنی تقریر سے، تحریر سے، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ذرائع ابلاغ وغیرہ سے آئے دن یہ بات پھیلاتی رہتی ہیں کہ اسلام بزورشمشیر پھیلا ہے، معترضین کو جہاد کا حربہ ایسا مل گیا ہے کہ اسے جاوبیجا ہر موقع پر پیش کردیتے ہیں، گویا اسے مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا کرانے کے لیے ایک ہتھیار مل گیا ہے اور یہ ایک ایسا ڈراونا اور خوفناک لفظ ہوگیا ہے کہ اہل دنیا اسے سنکر چونک اٹھتے ہیں، حالانکہ اسلام کے پھیلنے کا سبب جہاد اسلامی نہیں؛ بلکہ دین اسلام کی صداقت اور خداپرستی کا سچا جذبہ ہے، جہاد تو محض ان رکاوٹوں کے دور کرنے کی سعی ہے۔

اسلام میں جہاد کی حقیقت:

جہاد دین اسلام کی اشاعت وبقا کے لیے جدوجہد کرنے کا نام ہے، چنانچہ لفظ جہاد کے لغوی معنی ہیں کسی شر کی مدافعت میں اپنی طاقت صرف کرنا، جہاد کے دومقاصد ہیں:

(۱) اسلام کی پرامن تبلیغ اور دلائل کے ذریعہ اسلامی نظام حیات کی خوبیاں بیان کرکے لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلانا۔

(۲) جب اسلامی معاشرے کو اندرونی وبیرونی خطرات کا سامنا ہو تو دین کی مدافعت کی غرض سے فتنہ وفساد کی روک تھام بذریعہ قوت کرنا تاکہ امن وامان قائم ہو، بہرحال جہاد کے دو مصداق ہیں: ایک پرامن تبلیغ، دوسرے فتنہ وفساد کی روک تھام یا مدافعانہ جنگ۔

اہل اسلام کو حکم ہے کہ جہاد کی پہلی قسم کو ہرحال میں جاری رکھیں تاکہ دنیا اسلامی نظام حیات کی خوبیوں کا نظارہ کرکے اس کے آغوش میں آسکے، یہی اصل جہاد ہے جو مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے، اس اعتبار سے جہاد کے مفہوم میں ہتھیار اٹھانا یا خون بہانا شامل نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ثانوی یا دوسرے نمبر پر ہے اور جب اسلام اور اہل اسلام کو خطرہ لاحق ہوجائے اور وہ بیرونی طاقتوں کے نرغے میں آجائیں تب وہ اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھاسکتے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں اہل اسلام کو حکم ہے کہ اس حالت میں بھی وہ اپنے دشمن پر زیادتی نہ کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے "وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین"۔ (سورہ بقرہ پارہ۲رکوع۸)

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت کرو، بے شک اللہ تعالی ناپسند کرتا ہے، زیادتی کرنے والوں کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

زیادتی سے مراد یہ ہے کہ لڑائی میں بچے، عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں۔

اسلام میں جہاد کی قسمیں:

(۱) قولی جہاد

(۲) مالی جہاد

(۳) بدنی جہاد

قولی جہاد جو زبان سے کیا جائے اور یہ پرامن تبلیغ کا نام ہے جو جہاد کی اصل روح ہے، یہی اصل جہاد ہے، اس کا دوسرا نام دعوت اسلامی ہے، اس کے لیے وہ تمام ذرائع استعمال کئے جاسکتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لیے ممکن ہوسکتے ہوں، آغاز اسلام میں لٹریچر یا کتب

وسائل کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے زبان کے ذریعہ تبلیغ کرنا ہی دعوت اسلام کا واحد ذریعہ تھا، مگر آج کل چونکہ نشرواشاعت کے طور طریقے بدل گئے ہیں، اس لئے اب اسلام کی دعوت کے لیے کتابوں و رسالوں ولٹریچر وغیرہ سے بھی کام لیا جائے، جہاد باللسان کے مراکز مدارس دینیہ تبلیغی جماعتیں، خانقاہیں ہیں۔

مدارس دینیہ میں علمی جہاد کی تعلیم دیجاتی ہے، قرآن کریم میں لفظ جہاد کا استعمال اکثر دعوت اسلامی کی نشرواشاعت اور اس کے دفاع میں بھرپور کوشش کرنے کے لیے ہوا ہے، مدارس دینیہ میں ایسے مجاہد تیار کئے جاتے ہیں جو کفر و شرک کی آندھیوں سے ٹکرا کران کو نیست و نابود کر دیتے ہیں، گمراہی وبدعت وفرق باطلہ، قادیانیت، شیعیت، رضاخانیت و دیگر گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکران کے باطل عقیدوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں، ان مدارس دینیہ کے اساتذہ کرام، منتظمین طلباء تمام ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، یہ لوگ مجاہد کیوں نہ ہوں یہی تو انبیاء علیہم الصلوۃ کے وارث ہیں، جس طرح انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو عبادت قولی، عبادت جسمانی، عبادت مالی کی تعلیم دی ہے۔

اسی طرح یہ علماء بھی اپنے اپنے مدارس میں کتاب اللہ اور برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل، عادات واخلاق وعبادات سے مزین علماء تیار کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ پورے عالم کو ہدایات نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب کرتے ہیں۔

طلب علم کے لیے سفر:

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے مرادف ہے کہ جس طرح جہاد کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح طلب علم کے سفر کا بھی ثواب ملتا ہے :عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم"من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع"۔(ترمذی شریف جلد۲رصفحہ۹۳)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے سفر میں نکلتا ہے وہ لوٹ کر واپس آنے تک مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح اللہ تعالی کے راستہ میں شمار ہوگا۔

مدارس دینیہ کے علماء قرآن وحدیث کے ذریعہ بڑے جہاد کی تعلیم دیتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"ولو شئنا لبعثنا فى كل قرية نذيراً فلاتطع الكافرين و جاهدهم به جهاداً كبيراً۔(سورہ فرقان پارہ۱۹ررکوع۴)

اور اگر ہم چاہتے تو اٹھاتے ہر بستی میں کوئی ڈارنے والا، سوتو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کران کا اس کے ساتھ بڑے زور سے ۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، لیکن ہم نے ایسا کرنے کے بجائے ایک جامع کتاب بھیجی دی ہے جو تمام بستیوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے، لہٰذا تو منکرین خدا کی بات مت مان بلکہ قرآن کے ذریعہ بہت بڑا جہاد کر چونکہ اللہ تعالی علام الغیوب ہونے کی حیثیت سے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی عقلیت اور ذہنیت سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے اس نے اپنی کتاب حکمت میں ہر دور کی ضرورت کے مطابق ہر قسم کے دلائل اور براہین رکھ دیئے ہیں، جن کے ذریعہ عالم انسانی کے غلط افکار ونظریات اور بے بنیاد فلسفوں کا توڑ ہوسکتا ہے، یہ حاملین قرآن، یہ علماء اسلام، یہ مدارس دینیہ کے ذمہ داران اس صحیفہ حکمت میں غور وفکر کر کے جہاد عظیم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر اجر عظیم عنایت فرمائے۔

تبلیغی دعوت کے لیے رسول اکرم ﷺ کی بشارت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے شک دین اسلام بے سروسامانی اور اجنبیت کی حالت میں شروع اسلام میں پھیلا ہے اور عنقریب اسی

بے سروسامانی اوراجنبیت کے ساتھ دوبارہ ظہور پذیر ہوگا اور دنیا میں پھیلے گا، لہٰذا اجنبیت اور بے سروسامانی کے ساتھ دین اسلام پھیلانے والوں کے لیے جنت کی بشارت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کی اصلاح کریں گے، جن سنتوں کولوگوں نے میرے بعد بگاڑ دیا تھا۔ (ترمذی شریف جلد۲ صفحہ۹۱)

اس حدیث شریف کا منشاء یہ ہے کہ آغاز اسلام میں تیرہ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جس بے سروسامانی کی حالت میں جان و مال کی پرواہ کئے بغیر کفار و مشرکین کو دعوت ایمان پیش کی اوراس کام کے لیے دور دراز علاقوں اور قریبی بستیوں کا سفر کیا اور لوگوں کو ہدایت وکامیابی کا راستہ بتلایا، وہ لوگ اسلام کو ایک اجنبی اور انوکھی چیز سمجھتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی روحانی باتیں سن کر اور اخلاق واعمال صالحہ دیکھ کر بخوبی اسلام قبول کرلیا کرتے تھے، اسی حالت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بدأ الاسلام غریباً" ارشادفرمایا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی کہ جب مسلمانوں میں بگاڑ آجائے گا اور میری سنتیں مٹ جائیں گی اور مسلمانوں کوقرآن وحدیث کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کی فکرنہیں رہے گی، تواللہ تعالی ایک ایسی جماعت پیدا فرمائیں گے جوصحابہ کے طرز پر بے سروسامانی کی حالت میں بوریا بستر لے کر بگڑے ہوئے حالات کوسدھارنے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکلیں گے، اسی جماعت کے بارے میں ارشادفرمایا "وسیعود غریباً کمابدأ فطوبی للغرباء"۔

حدیث شریف میں تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے پیشن گوئی بھی ہے اور بشارت بھی ہے، اس زمانہ میں تبلیغی جماعت کی چلت پھرت سے خوب ہدایت پھیل رہی ہے، ہزاروں لاکھوں بے نمازی نمازی بن گئے، کتنے ہی غیر مسلم ان حضرات کی کوششوں سے مسلمان بن گئے، درحقیقت اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے اور بدرجہ مجبوری آخری درجہ قتال بھی ہے۔

خانقاهیں:

خانقاہوں میں ایسے اہل اللہ رہتے ہیں جن کی صحبت میں اللہ پاک نے عجیب تاثیر رکھی ہے، بڑے بڑے خطاکار جن کی زندگی معاصی میں ڈوبی ہوئی تھی، ان حضرات کی صحبت کی برکت سے ان کوتوبہ کی توفیق ہوئی اور پھران کی زندگی قابل رشک ہوئی۔

ان خانقاہوں میں ایسے مجاہدین تیار کئے جاتے ہیں جن کی زبان کلمہ حق کہنے سے نہیں چوکتی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر" بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے، ان خانقاہوں میں ایسے مجاہدین تیار کئے جاتے ہیں جو پہلے اپنے نفس پھر شیطان اور شیطانی طاقتوں سے جہاد کرتے ہیں اور جہاد قولی، جہاد بدنی، جہاد مالی کی تعلیم سے آراستہ ہوکر گلشن محمدی کی آبیاری کرتے ہیں "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعض قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے، وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے، کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! ان کا حال بیان کردیجئے تاکہ ہم ان کو پہچان لیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

جهاد کی دوسری قسم مالی جهاد:

جہاد قولی ہو یا بدنی مالی وسائل کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا، اس لیے اس راہ میں مال دولت خرچ کرنے کی بھی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مالوں کے ذریعہ جہاد کرنے کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، فرمان الٰہی ہے "انما المومنون آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصدقون"۔ (سورہ حجرات پارہ۲۶ ررکوع۱۴)

جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے وہ لوگ جو ہیں، وہی ہیں سچے۔(ترجمہ شیخ الہند)

یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ ورسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے، مالی جہاد کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر اس راہ میں حسب ضرورت خرچ نہ کیا جائے، تو اس کی وجہ سے اہل اسلام پر تباہی آ سکتی ہے، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں "وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ"۔(سورۂ بقرہ پارہ ۲/رکوع ۸)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرتا ہے"۔(بخاری شریف)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مومن وہ ہے جس نے اپنے نفس اور مال کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا"۔(نسائی شریف)

جہاد کی تیسری قسم بدنی جہاد:

اپنی حفاظت کے لیے، اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہاتھ پیر ہلانا اور حتی المقدور کوشش کرنا بدنی جہاد ہے، غور فرمایئے جب جان و مال ننگ وناموس اور مذہب پر آنچ آئے تو وہ کونسا قانون ہے جو ایسی حالت میں مدافعت کی اجازت نہیں دیتا اور کونسا انسان ہے جو ایسے وقت میں اپنی حفاظت نہیں کرتا، مدافعت اور اپنی حفاظت ایک قدرتی فعل ہے اور بڑے بڑے انسان سے لے کر ادنی کیڑے مکوڑے تک وقت پڑنے پر اپنی حفاظت اور مدافعت میں سعی کرتے ہیں، اسلام نے کہیں بجبر یا بزور شمشیر کسی کو مسلمان بنانے کی اجازت نہیں دی، ارشاد باری تعالی ہے "لا اکراہ فی الدین" زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی ایسا نہ کیا، نہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دیا، جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے، انھیں معلوم ہے کہ ابتدائی تیرہ سال کیسی مصیبت سے گزرے، آخر مسلمانوں کو مایوس ومجبور ہوکر اپنے پیارے وطن کو خیرآباد کہنا پڑا اور مکہ سے دور جا کر حبشہ اور مدینہ منورہ میں پناہ لینی پڑی، مگر ظالموں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا، غزوہ بدر میں قریش مکہ دو سو بیس میل چل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، غزوۂ احد میں ڈھائی سو میل چل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، غزوۂ احزاب میں قریش مکہ نے دس ہزار جوانوں کی فوج لے کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مدافعت ہی کی، ایسے حالات میں مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے، اجازت ہوئی۔

فرمان الٰہی ہے:"اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا" بلکہ حکم الٰہی آ گیا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائیں اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں حکم الٰہی ہے:"وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم" اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور مدافعت میں لڑتے وقت بھی ہدایت فرمائی "ولا تعتدوا" اور کسی پر زیادتی مت کرو "ان اللّٰہ لایحب المعتدین" بے شک اللہ تعالی ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو، مدافعانہ جنگ کے وقت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات رحمت وشفقت سے لبریز ہیں، رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انطلقوا بسم اللّٰہ وبااللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ ولا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً ولا صغیراً ولا امرأۃً ولا تغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین"۔(ابوداؤد)

جاؤ اللہ کا نام لے کر، اللہ سے مدد کے طلبگار ہو کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اور (دھیان رکھنا) شیخ فانی (جو اس دنیا سے عنقریب کوچ کرنے والے ہیں) کو قتل نہ کرنا اور شیر خوار بچوں، نابالغ بچوں، عورتوں کو قتل نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا اور مال غنیمت جمع کرنا، اور اصلاح اور حسن سلوک کا خیال رکھنا، اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

جهاد نه کرنیوالوں کا انجام:

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طریقوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، زبانوں کے ذریعہ، مالوں کے ذریعہ، جسموں کے ذریعہ، جہاد باللسان میں اہل مدارس اہل تبلیغ خانقاہوں والے حتی المقدور جدوجہد میں مشغول ہیں، جہاد بالا جسام عسکری جہاد ہے، جہاد بالمال کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین یا اس راہ میں جدوجہد کرنے والوں کی مالی امداد کی جائے خواہ وہ جہاد عسکری کے لیے ہو یا جہاد علمی کے لیے، بہر حال جہاد کے یہ تین میدان ہیں، امت کے ہر فرد کو ان میں سے کسی ایک میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق شریک ہونا ضروری ہے، ورنہ شریعت مطہرہ کی رو سے ایک طرح کا نفاق ہوگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے نہ کوئی غزوہ (جہاد) کیا اور نہ اس کے دل میں ایسی کوئی بات پیدا ہوئی تو وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا۔ (مسلم، ابوداؤد ونسائی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص جہاد کا کوئی اثر لیے بغیر اللہ سے ملا تو وہ عیب دار ہو کر ملے گا۔ (ترمذی شریف)

جهاد ایک ذاتی فریضه هے:

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاد اس وقت سے برابر جاری ہے، جب سے اللہ تعالی نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے جنگ نہ کرلے"۔ (ابوداؤد)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دو دور ہیں ایک مکی، دوسرا مدنی، مکی زندگی میں جہاد عسکری فرض نہیں تھا، چونکہ مکی دور میں مسلمان مغلوب تھے اسی بنا پر وہ جہاد عسکری پر عمل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے، اس لیے مکی دور میں قولی یا دعوتی جہاد تھا جو پر امن تبلیغ کا نام ہے، جہاد عسکری مدنی دور میں فرض ہوا، اب ہر دور کے مسلمانوں کے لیے یہ دو نمونے ہیں، ہر دور کے احوال کے مطابق جو جہاد وقت کے لحاظ سے مناسب ہو، اس پر عمل کر کے اپنا شرعی فریضہ ادا کرتے رہیں، اللہ تعالی اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائیں گے، ارشاد باری تعالی ہے "والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا"۔ (سورہ عنکبوت پارہ ۲۱ رکوع ۳)

اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

"ان اللّٰـه لـمـع المحسنين" بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی کرنے والوں کے یعنی اللہ کی حمایت ونصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ "نقوش اسلام" کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

- ❁ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔
- ❁ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔
- ❁ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔
- ❁ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔
- ❁ مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: صحیح بخاری شریف کا آخری درس

افادات: حضرت مولانا مفتی عمر فاروق صاحب لوہاروی
شیخ الحدیث دار العلوم لندن

مرتب: حضرت مولانا محمد الیاس صاحب لوہاروی استاذ
جامعہ تعلیم الدین، ڈھابیل

صفحات: ۱۲۳/ قیمت: درج نہیں

ناشر: جامعہ ابو ہریرہ، کوسمبا ضلع سورت گجرات

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا مفتی عمر فاروق صاحب شیخ الحدیث دار العلوم لند کے صحیح بخاری شریف کے آخری درس کے افادات ہیں، جس میں ماشاء اللہ بیش بہا علمی مضامین اور متعلقہ مسائل پر بڑی سیر حاصل بحثیں فرمائی گئی ہیں، دقیق مباحث کو بہت آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے، کہنے کو تو یہ آخری باب کا درس ہے، لیکن اس میں بہت سے علوم سمٹ آئے ہیں، جو اہل علم اور طلبہ کے لیے نہایت مفید ہیں، مولانا موصوف جواں سال و جواں ہمت عالم دین ہیں، جو برطانیہ کے شہر لند میں دار العلوم میں کئی سالوں سے بخاری شریف کا درس پورے امعان و تحقیق اور بڑی محنت وجدوجہد سے دے رہے ہیں، مولانا کو مطالعہ کا بہت پاکیزہ ذوق ہے، ان کی تقریر و تحریر علمی مگر سلیس انداز میں ہوتی ہے، اس لیے اہل مدارس ان کو دعوت دیتے ہیں، اور ان کے علمی جواہر پاروں اور ان کے شیریں بیان اور پر مغز تحقیق اور ان کے البیلے انداز خطابت سے محظوظ اور مستفید ہوتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ان کے اس درس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مدرسۃ البنات لندن میں ختم بخاری شریف کے موقع پر دیا تھا، مولانا الیاس صاحب استاذ حدیث جامعہ تعلیم الدین ڈھابیل گجرات نے مولانا موصوف کے اس درس کو محنت سے ضبط کر کے اس کو افادہ عام کے لیے کتابی شکل میں شائع کر دیا، جس سے اس کا فائدہ عام ہو گیا ہے، بخاری شریف چونکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، اس لیے ہر زمانہ میں اس کے افتتاح و ختم کی تقریب کے موقع پر جلسے اور اجتماع کا نظم رہا ہے، یہ درس بھی چونکہ آخری اور کتاب کے ختم پر ہوا ہے، اس لیے اس کی اہمیت کتاب کی وجہ سے اور آخری ہونے کی وجہ سے نیز اس میں علمی موتی ہونے کی وجہ سے بہت عظیم ہے، کتاب کی کتابت وطباعت عمدہ، معیاری اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ دیدہ زیب ہے، اس کے مضامین میں پہلے عرض مرتب پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب کے تأثرات اس کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کے کلمات گرامی ہیں، اس کے بعد ۶۴/عناوین اس طرح ہیں:

حدیث مسلسل بالاولیت اور اس کی سند، اصول ستہ کے مصنفین کی علو ہمتی ایک حدیث کے آئینہ میں، تراجم ابواب کی باریک بینی، صحیح بخاری کی آخری کتاب، کتاب التوحید آخر میں لانے کی وجوہات، باب مذکورہ کی کتاب التوحید کے ساتھ وجوہ مناسبت، اس باب کو آخر میں ذکر کرنے کی وجوہات، وزن اعمال کے بیان پر کتاب ختم کرنے کی وجوہ، بدء الوحی اور باب آخر میں مناسبات، پہلی حدیث اور آخری باب میں مناسبات، حدیث پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے آیت قرآنیہ کو بھی ذکر کرنے کی وجہ، قرآن مجید میں اللہ تعالی کا اپنے لیے صیغۂ واحد اور جمع کا استعمال فرمانا، صیغۂ خطاب میں اللہ تعالی کے لیے صیغۂ واحد یا جمع؟، مسئلہ میزان و وزن اعمال، ازالۂ وہم، منکرین وزن اعمال کے وجوہ انکار کی خشت اول، منکرین وزن کے دلائل کے جوابات، اہل سنت کے دلائل، میزان پیدہ شدہ ہے؟، میزان حساب سے پہلے قائم کی جائے گی یا حساب کے بعد؟، میزان کا ذمہ دار کون ہوگا؟، قیامت کے دن وزنی پلڑا نیچے کی طرف جھکے گا یا اوپر کی طرف اٹھے گا، ''الموازین'' کس کی جمع ہے؟۔''الموازین'' جمع کیوں لایا گیا؟۔ میزان کے پلڑوں کی وسعت۔''القسط''۔ لیوم القیامۃ، سب بنو آدم کے اعمال تولے جائیں گے، کفار کے اعمال کا وزن ہوگا؟، کفار کے وزن اعمال کی کیفیت، ایمان کا وزن ہوگا؟، جنات کے اعمال تولے جائیں گے، قیامت کے دن

وزن ہونے والی چیز، پہلے قول کے دلائل، دوسرے قول کی دلیل، ''تنبیہ''۔ تیسرے قول کے دلائل، ایک اشکال اوراس کا جواب، اقوال مذکورہ میں تطبیق، اقوال مذکورہ میں ترجیحی صورت، ''وقولھم''، مجاہدرحمہ اللہ سے منقول قسطاس کی تفسیر ذکر کرنے کا مقصد، قرآن مجید میں عجمی کلمات، لفظ ''القسط'' کی لغوی وصرفی تحقیق، نصوص میں ''مقسط'' اور ''قاسط'' کا استعمال، حجاج بن یوسف کا واقعہ، احمد بن اشکاب، محمد بن فضیل، دوکلمات کی تین صفات میں سے پہلی صفت، دوسری صفت، تیسری صفت، مذکورہ کلمات کی یہ فضیلت کیوں؟، موضع ترجمہ، حدیث مذکورہ میں سجع، ترکیبی بحث، ''سبحان اللہ'' کے معنی، ''وبحمدہ''، صفات باری تعالی کی دوقسمیں، ''سبحان اللہ'' کو ''وبحمدہ'' پرمقدم کیوں کیا؟، ''سبحان اللہ العظیم''، براعت اختتام، احمد بن اشکاب والی روایت آخر میں لانے میں نکتہ، مذکورہ حدیث پر کتاب ختم کرنے کی وجوہ، پہلی اورآخری حدیثوں میں مناسبات۔

ان عناوین سے کتاب کی افادیت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور سمجھا جاسکتا ہے کہ مولانا موصوف نے کس عرق ریزی سے اپنے مطالعہ کا نچوڑ اس میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے، اوراس کے فیض کو عام فرمائے اورصاحب افادات اورمرتب کو جزائے خیرعطافرماکر دونوں جہاں کی سرخروئی نصیب فرمائے۔

❁❁❁

﴿بقیہ صفحہ ۲۳/......کا﴾ عبدالغنی صاحب کا اصرار تھا کہ ہم کچھ دن اور رکیں لیکن ہمیں اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے خود اپنی شدید خواہش کے باوجود تین دن سے زیادہ رکنا ممکن نہیں تھا، چنانچہ چوتھے دن صبح ہم لوگ واپسی کے لئے ایئرپورٹ پہنچے، میزبانوں سے رخصت ہوکر تمام کارروائیوں کے بعد ہم جہاز پرسوار ہوئے اوراس کے دروازے بند ہوئے اور یہ اعلان ہوا کہ اب جہاز اڑنے ہی والا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر میں بغیر وجہ بتائے یہ اعلان ہوا کہ براہ کرم تمام مسافرفوراً نیچے اتریں، جب ہم جہاز سے اتر کر واپس لاونج میں پہنچے تو ائیرپورٹ کے ڈپٹی منیجر سے جو اتفاقاً مسلمان تھے ہمیں معلوم ہوا کہ جہاز جب اڑنے والا تھا تو اس کے انجن سے آگ نکلنی شروع ہوئی، ہم نے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اگر فضا میں یہ بات ہوتی تو یہ جہاز ہمیں اپنے عارضی وطن کے بجائے دائمی وطن آخرت کو پہنچا دیتا، اس لئے کہ ہم ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جوایک بارنہیں کئی بارموت کے منہ میں جاکر الحمد للہ واپس آچکے ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ جب تک چنائی سے اس کے ماہر انجینئر نہیں آتے سفر ممکن نہیں، ظاہر بات ہے اس کے لئے ہمیں کم ازکم شام تک کا انتظار کرنا پڑتا، لیکن اللہ بھلا کرے عبدالغنی صاحب کا انہوں فوراً چار گھنٹے بعد آنے والے کنگ فشر جہاز سے اعلی سطح کے افسران سے گفتگو کرکے کسی طرح دوٹکٹ کا نظم کروایا اور ہم الحمد للہ بخیر وعافیت چار بجے کے قریب چنائی پہنچے۔

انڈومان کے اس تین روزہ سفر سے مجھ پر جومجموعی تاثر قائم ہوا وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستانیوں کوخود اندازہ نہیں ہے کہ خود ہمارے ملک میں کس طرح کے قدرتی حسین ودلکش مناظر اللہ تعالی نے رکھے ہیں، لیکن ہمیں اس کی قدر نہیں، انڈومان کے جزائر اگر یورپ میں ہوتے تو یہاں کے لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے وہاں جاکر لطف اندوز ہوتے لیکن چند ہزار روپئے خرچ کرکے خود اپنے ملک کے مناظر سے لطف اندوز ہونا ہم لوگوں کی قسمت میں نہیں، یہاں کا موسم معتدل ہے، بارش خوب ہوتی ہے، پہاڑیوں پر بنے اس کے مکانات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، چاروں طرف سے بحر ہند کی خوشگوار ہوائیں اس کے لطف کو دوبالا کرتی ہیں، جس نے کہا سچ کہا" گھر کی مرغی دال برابر" سوئزرلینڈ سے زیادہ خوبصورت مناظر وادی کشمیر میں ہیں، گرین لینڈ سے زیادہ خوشگوار فضا انڈومان کی ہے لیکن ہم ہیں کہ ہم کوخود پتہ نہیں کہ قدرت نے خود ہمارے گھر کے اندر کیا کیا رکھا ہے۔

❁❁❁❁

اعلان

ضرورت اساتذہ ومعلمات

مرکز کے تحت چلنے والے ادارہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں دومشاق اور ماہر قاری کی ضرورت ہے، خواہش مند حضرات اپنی سنداور تصدیقات کے ساتھ ناظم مرکز سے رابطہ کریں، نیز دوسرے ادارہ ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں عالمات اورایک انگلش ٹیچر لیڈی کی ضرورت ہے، جوخواتین درس وتدریس سے دلچسپی رکھتی ہیں وہ ادارہ کے ناظم سے ۸/شوال سے پہلے رابطہ قائم کریں۔

Mob.09719831058.
0132-2775452. 0132-3205676

مراسلات

MarkazuIhyailFikrilIslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

مکرمی جناب ایڈیٹر ماہنامہ نقوش اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ جناب عالی بخیر ہوں گے اور جناب اپنی دینی مصروفیات میں پوری طرح یکسو۔

آپ کے ادارہ سے نکلنے والا ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کی اپنی ایک شناخت قائم ہوچکی ہے، اس کے ذمہ داروں اور اس کے کالم نگار بھی غیر معروف نہیں ہیں، اس رسالہ کا اپنا ایک مزاج اور ایک معیار ہے، اور اسی مناسبت سے اس میں مضامین شائع کیے جاتے ہیں؛ لیکن معیار کے سلسلہ میں راقم اس وقت فکر میں پڑ گیا جب پروفیسر انیس چشتی صاحب کا وہ مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''یک سالہ تدریسی اور عصری کورس برائے فارغین مدرسہ''، بلا شبہ مضمون نگار ایک معروف شخص ہیں لیکن کسی کی شہرت کسی مدیر سے اس کا حق ادارت تو نہیں چھین سکتی، مدیر ہونے کی حیثیت سے اس مضمون اور اس کے نکات پر غور کرنا ضروری تھا، مگر یہ استعجاب اس وقت اور بڑھ گیا جب جناب نے اس رسالہ میں تبصرہ بھی شائع کیا اور اسے ایک مفید نصاب قرار دیا۔

اگر مضمون میں محض آراء کا اختلاف ہوتا تو کوئی اشکال نہ تھا کیونکہ رائے کا اختلاف اہل علم کی پہچان اور ان کا حق ہے؛ لیکن یہاں معاملہ رائے کے اختلاف کا نہیں بلکہ واقعہ کی غلط تصویر کشی کا ہے اور مدارس سے متعلق اعتماد کو مجروح کرنے کا ہے، ہمیں مضمون نگار یا آپ کی نیتوں پر شک نہیں لیکن عوام کے سامنے آنے والی کسی بھی چیز کو ذاتی رائے پر ہی محمول کیا جائے گا۔

جناب کا رسالہ علمی وفکری رہنمائی کا داعی ونقیب ہے، اس لیے اس میں شائع ہونے والے ہر مضمون میں یہ عنصر غالب ہونا چاہئے، تبھی اس رسالہ کی افادیت قائم ہوگی۔

راقم نے اپنی کم علمی کے باجود اس مضمون پر اپنی ظاہر کی ہے، جو آپ کی خدمت میں حاضر ہے، قابل اشاعت ہو تو اپنے رسالہ میں جگہ دیدیں، آپ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ والسلام

محمد نفیس خان ندوی، دارعرفات، رائے بریلی

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب

سلام مسنون!

خدمت اقدس میں عرض یہ ہے کہ آپ کے ادارے سے جو رسالہ نکلتا ہے وہ ہم نے پڑھا تو ہمیں بہت پسند آیا، اس کے مضامین کافی معیاری ہیں اور بصیرت افروز ہیں، مئی کے شمارہ میں دیوبندی بریلوی کے تعلق سے ایک مضمون تھا میں نے اس کو مکمل پڑھا، واقعی علم میں اضافہ ہوا۔

آج کل رسالوں میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں کہ کونسی جماعت قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں حق ہے اور کونسی نہیں، لیکن اس کا تشفی بخش جواب کسی رسالوں میں نہیں ملتا، مجھے ایسی بات صرف آپ ہی کے رسالہ میں ملی، میں ایسے مضامین کو بہت دلچسپی اور رغبت سے پڑھتا ہوں۔

بہر حال آپ کا رسالہ مجھے بہت پسند آیا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میرے پاس مستقل آنے لگے تو بہتر ہوگا، اور آپ کا بہت احسان ہوگا۔ والسلام

آپ کا دعا گو

عبدالحق مانیاوالوی، ضلع بجنور

گرامی قدر جناب ایڈیٹر صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے، ضروری تحریر ہے کہ از یں قبل راقم الحروف کا ایک مضمون ''اسلامی اخلاقیات، سیرت النبی کے آئینہ میں'' آپ نے شائع کیا تھا، یقیناً آپ نے راقم کی ہمت افزائی کی، جزاکم اللہ خیر الجزاء

اب راقم اپنی دوسری کاوش ''علامہ سید سلیمان ندوی، شخصیت کے چند پہلو'' آپ کے حوالے کر رہا ہے، امید ہے کہ آپ مؤقر رسالہ میں شائع فرما کر راقم کی ہمت افزائی فرمائیں گے۔ عین نوازش ہوگی

فقط والسلام

محمد دلشاد ندوی

خادم مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر، رائے بریلی (یوپی)

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

تقریب ختم قرآن

۱۹ر جولائی ۲۰۰۹ء بروز اتوار کو مرکز میں حضرت مولانا یحیٰی بام صاحب (خلیفہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لائے اور انہوں نے عصر کی نماز کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ کے ۵ر بچوں کا ختم قرآن کرایا، مختصر خطاب کیا جس میں قرآن کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی، پھر انہیں کی دعا پر مجلس ختم ہوئی۔

تقریب ختم بخاری شریف

۱۹ر جولائی ۲۰۰۹ء بروز اتور ہی کو مرکز کے دوسرے ادارہ ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں بخاری شریف کے اختتام کے لیے جامعہ فاطمۃ الزہراء میں مولانا یحیٰی صاحب تشریف لے گئے، وہاں بچیوں نے آپ کو استقبالیہ دیا، اور اپنا ثقافتی اور تعلیمی پروگرام پیش کیا، جس پر مولانا بہت خوش ہوئے، پھر ختم بخاری کی تقریب ہوئی اور بخاری کی آخری حدیث پر حضرت مولانا نے کلام کیا اور دعا فرمائی، اور یہاں کے نظام سے خوش ہوکر جامعہ کے ذمہ داران کو مبارک باد دی اور اس بات کا بھی اظہار کیا کہ وہاں صفائی ستھرائی ہے اور کام کی ضرورت بھی ہے۔

تقریب تقسیم انعامات

۱۹ر جولائی ۲۰۰۹ کو مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل کرناٹک کے تحت اوپن اسلامک کورس کے امتحانات میں مرکز کے دونوں اداروں جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات اور جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں ۱۱۲ر بچوں میں سے پوزیشن لانے والے ۱۵ر بچوں کو انعامات دیئے گئے، جن میں سے اول پوزیشن کے مستحق شب نور محمد ساجد، اسماء افضال، محمد وسیم، دوسری پوزیشن کے مستحق خوشنور انعام، فوزیہ محبوب، فاطمہ محمود، صائمہ عثمان اور تیسری پوزیشن کے مستحق سائرہ مہتاب، عائشہ فاروق، میزباں ہارون، آفرین مظفر عالم، فاطمہ مختار، شاہ گل محمد سلیم، محمد شاہ رخ، اسماء مرغوب قرار پائے۔

چنانچہ پہلی پوزیشن کے مستحقین کو پیور گولڈ اور دوم پوزیشن والوں کو گولڈ میڈل اور سوم پوزیشن کے مستحق شرکاء کو سلور میڈل جیسے انعامات سے نوازا گیا ہے، واضح رہے کہ ان بچے اور بچیوں کو انعامات حضرت مولانا یحیٰی بام کے بدست تقسیم کئے گئے۔

مرکز میں ڈپلومہ ان انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر کے دوسالہ کورس کا اجراء

امسال مرکز میں ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لیٹریچر کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا گیا ہے، جس میں ایسے ممتاز فضلا کا داخلہ لیا گیا ہے جو دیوبند، ندوہ، مظاہر علوم اور دوسرے مدارس سے فارغ ہوئے ہیں، ان کا ان کے تعلیمی معیار کے مطابق ٹسٹ ہوا ہے، ممتاز نمبرات حاصل کرنے والوں میں سے ۲۰ر فضلا کا انتخاب ہوا ہے۔

یہ شعبہ اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ مدارس کے فضلا کو انگریزی زبان میں مہارت پیدا کرکے ان کا دعوتی مزاج بنایا جائے اور مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا مثبت اور مدلل انداز میں جواب دے سکیں، ۱۰ر شوال ۱۴۳۰ھ سے تعلیم کا آغاز ہوجائے گا انشاء اللہ۔

مرکز میں تعلیم کا آغاز

مرکز کے تحت چلنے والے دونوں ادارے ۸ر شوال سے انشاء اللہ کھل جائیں گے اور داخلوں کی کارروائی شروع ہوجائے گی، قدیم طلبہ وطالبات کا داخلہ ۸ر شوال سے لے کر ۱۲ر شوال تک ہوگا جب کہ جدید طلبہ کا داخلہ ۱۲ر شوال سے ۱۵ر شوال تک ہوگا، مقررہ تاریخوں کے بعد کسی کا داخلہ نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں حفظ وناظرہ کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق باصلاحیت اساتذہ کی نگرانی میں ثانویہ خامسہ (عربی چہارم) تک کی تعلیم کا معقول بندوبست ہے، جب کہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے جس میں پردہ کا معقول اور تشفی بخش انتظام ہے، جس میں تعلیم دینے والی تمام ترمعلمات ہیں۔

مختصر تعارف

مرکز احیاء الفکر الاسلامی

مقاصد، سرگرمیاں، منصوبے

اور

تصدیقات اکابر علماء

آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں

مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ایک دعوت، ایک تحریک، ایک کارواں

مرکز احیاء الفکر الاسلامی ایک دینی، دعوتی، فکری، اصلاحی، ادبی، ثقافتی، تعلیمی اور جامع عالمی ادارہ ہے، جس کا قیام مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر علماء حق دیوبند، سہارنپور، رائے پور کی سرپرستی میں رجب ۱۴۲۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۰ء میں قرآن وحدیث اور اسلامی فکر کی دعوت وتبلیغ اور اشاعت کے لیے عمل میں آیا، جس کے بلند مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

اغراض ومقاصد

☆ قوم کے اندر صحیح اسلامی فکر اور دینی بیداری اور دینی حمیت اور عقیدۂ صحیحہ کی پختگی پیدا کرنا۔

☆ عصری اسلوب میں اسلامی کتب، دینی پمفلٹ، دعوتی، فکری اور ادبی لٹریچر تیار کرنا اور علماء حق کی کتابوں کی اشاعت کرنا۔

☆ ایسے علماء تیار کرنا جو کتاب وسنت کے وسیع وعمیق علم کے ساتھ جدید حالات وعصری علوم سے بخوبی واقف اور زمانے کے نبض شناس ہوں۔

☆ انٹر یا ہائی اسکول پاس اور جدید تعلیم یافتہ حضرات نیز لڑکیوں کو الگ الگ پانچ سال کی قلیل مدت میں خصوصی کورس کے ذریعہ عالم دین بنانا

☆ اسلامی شفاخانوں کا قیام تاکہ نادار طلبہ کے ساتھ غرباء اور مساکین کا بھی علاج مفت اور اطمینان بخش ہو سکے۔

☆ مکاتب اور مساجد کا قائم کرنا۔ ☆ غرباء ومساکین کے لیے پانی کا انتظام کرنا، ہینڈ پمپ اور ٹیوب ویل لگوانا۔

☆ اسلام کے خلاف مستشرقین کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کے جوابات دینا اور یہ ثابت کرنا کہ اسلام ہر زمانہ میں اور ہر جگہ قیادت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ☆ اتحاد ملی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا اور نزاع باہمی کے فتنہ کو ختم کرنا۔

☆ مسلمانوں کو مادی قوتوں اور مغربی افکار سے متاثر ہونے سے روکنا۔ ☆ فرق ضالہ کا مقابلہ کرنا اور ان کو اسلام کا پیغام پیش کرنا۔

☆ برادران وطن اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت پیش کرنا اور ان کے سامنے اس کی ہمہ گیری اور پوری انسانی برادری کے لیے باعث رحمت بتانا اور پیام انسانیت پیش کرنا۔ ☆ عربی، اردو، انگریزی اور ہندی وغیرہ میں دینی ماہنامے، جرائد ومیگزین نکالنا۔

☆ سال میں کم از کم ایک مرتبہ ہند اور بیرون ہند کے اکابر علماء مفکرین اور دانشور حضرات کا جمع ہو کر دعوت وتبلیغ کے مؤثر منصوبے بنانا اور ملت کے مسائل کا حل پیش کرنا اور مسلمانوں کے اسلامی فکری نشو ونما کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا۔

دائرہ کار

مذکورہ بالا مقاصد کو بروئے کار لانے اور عملی جامہ پہنانے کے لیے مرکز کے دائرہ کار کو مندرجہ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱- جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ ۲- جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات ۳- ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر

۴- اے ایس پبلک اسکول ۵- مکتبۃ الامام ابی الحسن العامۃ ۶- جمعیۃ اصلاح البیان ۷- دعوت وارشاد

۸- دارالافتاء ۹- مجلس صحافت اسلامیہ ۱۰- دارالبحوث والنشر ۱۱- شعبہ کمپیوٹر ۱۲- مطبخ

جامعة الاما م أبی الحسن الاسلامیة

تحفیظ القرآن الکریم: جس میں حفظ قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے، نیز اردو کی تعلیم نقل اور املاء کا بھی اہتمام کرایا جاتا ہے، دینیات میں عقائد، نماز کے فرائض وواجبات، سنن ومستحبات، کلمے اور ادعیۂ ماثورہ مسنونہ یاد کرائی جاتی ہیں، اس شعبہ میں حفظ کلام پاک کی مدت تین سال ہے۔

كلية التجويد :-اس شعبہ میں روایت حفص کی متداول اوراہم کتب معتبرہ کے پڑھانے اور قرآن کریم کا اجراو مشق کرانے کا اہتمام کیا گیا ہے، جس کی مدت ایک سال رکھی گئی ہے۔

تدریب ائمہ مساجد:-اس شعبہ کا قیام اس لیے ہوا تا کہ ائمہ حضرات اور مدرسین کو تجوید وقرأت کی بعض اہم کتابیں پڑھائی جائیں اوران کو قرآن کریم کی تجوید کے ساتھ مشق کرائی جائے، نیز امامت کے مسائل واحکام کے سکھانے کے لیے مستقل کتاب لکھی گئی ہے، تا کہ اس کی روشنی میں مسائل امامت سے واقفیت کرائی جائے، اس کی مدت ۳ ماہ، ٦ ماہ/اور ایک سال ہے۔

كلية الشريعة واصول الدين:-اس شعبہ میں عالمیت اور دینیات کے کئی کورس رکھے گئے ہیں۔

آٹھ سالہ کورس :-جس میں عربی اول سے آخر تک صرف ونحو عربی، عربی ادب، سیرت نبوی، تاریخ اسلامی، فقہ وحدیث اور تفسیر اور علوم عصریہ میں سے انگریزی، ہندی، حساب، سیاسیات، اقتصادیات، جغرافیہ، سائنس وغیرہ تمام علوم کا بندوبست کیا گیا ہے، اس شعبہ میں داخلہ کے مستحق وہ طلبہ ہیں جو حافظ قرآن، یا ناظرہ قرآن اور اردو لکھنا پڑھنا اور ابتدائی ہندی اور انگریزی سے بھی واقف ہوں۔

پانچ سالہ خصوصی کورس :- یہ کورس ہائی اسکول یا انٹر پاس اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے وضع کیا گیا ہے، جس میں ان کو مذکورہ علوم شرعیہ عربیہ پڑھائے جائیں گے اور عالمیت کی فراغت کی سند دی جائے گی۔

ایک سالہ کورس :-اس درجہ میں صرف وہ اسکولی تعلیم یافتہ حضرات یا معمولی لکھے پڑھے حضرات ہوتے ہیں جو زیادہ وقت نہیں دے سکتے، ان کو ایک سال میں صرف دینیات اور اسلامیات کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے اوران کا اسلامی معلومات، مسائل سے واقفیت کے ساتھ دینی ذہن بنایا جاتا ہے۔

ایک ماہ یادوماہ کا کورس :-اسکول یا کالجیز میں پڑھنے والے طلبا کے لیے جون، جولائی کی چھٹیوں میں مرکز کی عمارت یا کسی بھی بڑے شہر میں مرکز کے تحت ایک دینی، تعلیمی، تربیتی کیمپ لگایا جائے گا، جس میں ماہر اساتذہ، اسکالر، اسلامیات، دینیات اور اسلامی فکر اور تاریخ سے متعلق لیکچر اور محاضرے دینگے۔

شعبہ کمپیوٹر:- عربی پڑھنے والے طلبہ کو کمپیوٹر کا کورس بھی کرایا جاتا ہے، جس میں ان کو اردو اور انگریزی میں کمپیوٹر کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔

جامعه فاطمة الزهراء للبنات

دوسالہ تربیتی کورس: -یہ جامعہ لڑکیوں کی اعلی تعلیم وتربیت کے لیے قائم کیا گیا ہے، جس میں ابتداءً لڑکیوں کو قرآن کریم ناظرہ اور دینیات میں عقائد، نماز کے فرائض وواجبات، سنن ومستحبات، ادعیہ ماثورہ اور اردو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے، یہ لڑکیوں کا دوسالہ کورس ہے۔

لڑکیوں کا پانچ سالہ کورس :-اس میں وہ لڑکیاں پڑھتی ہیں جو ہائی اسکول یا انٹر پاس ہوں، یا مڈل یا پرائمری ہوں، یا جو حافظ قرآن یا ناظرہ قرآن اور اردو لکھنا پڑھنا جانتی ہوں، ان کو پانچ سال میں صرف ونحو عربی، عربی ادب، تاریخ اسلام، سیرت نبوی، حدیث وتفسیر اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور عالمۂ دین بنایا جاتا ہے، نیز کمپیوٹر اور امور خانہ داری، کشیدہ کاری اور گھریلو دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔

مكتبة أمامة العامة :-جامعہ کے تحت یہ لائبریری اس لیے قائم کی گئی ہے تا کہ طالبات خارجی اوقات میں اپنے مطالعہ میں وسعت پیدا کرنے کے لیے کتابوں سے فائدہ اٹھائیں، اور اپنا تحقیقی اور علمی مزاج بنائیں، یہ شعبہ امسال ہی قائم کیا گیا ہے، جس میں کتابوں کی فراہمی کا سلسلہ شروع کردیا گیا ہے۔

ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر

مرکز کے تحت یہ شعبہ فضلائے مدارس کے لیے قائم کیا گیا ہے، جس میں ایسے ممتاز فضلا جو دیوبند، ندوہ، مظاہر علوم اور دوسرے مدارس سے فارغ

ہوتے ہیں ان کا، ان کے تعلیمی معیار کے مطابق ایک ٹسٹ ہوتا ہے، جس میں ممتاز نمبرات حاصل کرنے والوں میں سے ۲۰ رفضلاء کا انتخاب کیا جاتا ہے، تاکہ ان کو انگریزی زبان میں مہارت پیدا کرائی جائے اور ان کا دعوتی مزاج بنایا جائے اور مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا وہ جواب دے سکیں اور اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کو سمجھا جا سکے، فی الحال اس شعبہ میں ۲۰ رفضلا و علماء کا داخلہ ہوا ہے، جن کے لیے ۲ رماہر تعلیم اور انگریزی میں مکمل دسترس رکھنے والے عالموں کا انتظام کیا گیا ہے، واضح رہے کہ یہ دو سالہ کورس ہے جو ۱۰ رشوال سے شروع ہوگا۔

اے، ایس پبلک اسکول

یہ اسکول اس لیے قائم کیا گیا ہے، تاکہ مسلمانوں کے بچے یہاں دینی ماحول میں رہتے ہوئے اسلامی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری، دنیوی اور اسکولی تعلیم سے بھی آراستہ ہوں، ہندی اور انگریزی کی معیاری تعلیم کا نظم ہے، فی الحال پرائمری تک تعلیم جاری ہے، ان شاء اللہ آئندہ ہائی اسکول اور انٹر لیول کی تعلیم کا منصوبہ ہے۔

جمعیۃ اصلاح البیان

یہ شعبہ طلبہ کا وہ اسٹیج ہے جس سے وہ اردو اور عربی میں کتابت وخطابت کے شہسوار بن سکیں گے، اس کے پروگراموں کو تین طرح تقسیم کیا گیا ہے:

بزم خطابت :-طلبہ میں تقریری ذوق وصلاحیت پیدا کرنے کے لیے ہفتہ واری پروگرام کا نظم کیا گیا ہے، جس میں طلبہ متعینہ موضوع پر تمام طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہیں۔

بزم مقالات : -طلبہ میں تصنیف وتالیف اور مقالہ نگاری ومضمون نویسی کی مشق کے لیے ہر پندرہ دن کے بعد اس بزم کا انعقاد کیا جاتا ہے، طلبہ کسی خاص متعینہ موضوع پر مقالہ لکھ کر جمعیۃ کے پروگرام میں اس کو پیش کرتے ہیں۔

النادی العربی :-عربی میں تقریری صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ہر ہفتہ جمعرات کو تعلیمی گھنٹوں کے بعد النادی کے جلسہ کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں طلبہ عربی میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔

مکتبۃ الاما م ابی الحسن العامۃ

لائبریری یا کتب خانہ کسی بھی ادارے کی ریڑھ کی ہڈی اور وہ سرچشمہ ہوتا ہے جہاں علمی پیاس بجھائی جاتی ہے اور مطالعہ وتحریر وتحقیق اور تصنیف وتالیف نیز درس وتدریس میں اس سے مراجعت واستفادہ کیا جاتا ہے، اس میں درسی وغیر درسی کئی سو کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں، مزید اضافہ کی کوشش کی جارہی ہے۔

دارالافتاء

مسلمانوں کے ملی اور عائلی مسائل کا حل شریعت مطہرہ کی روشنی میں کرنے کے لیے یہ شعبہ قائم کیا گیا ہے، تاکہ وہ دینی احکام ومسائل سے متعلق سوالات اور استفتاء لکھ بھیجیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں جوابات اور فتوی حاصل کریں۔

دعوت وارشاد

چونکہ مرکز کا اصل قیام ہی کتاب وسنت کی تعلیم وتبلیغ اور لوگوں کو دعوت وارشاد کے فریضہ سے واقف کرانے کے لیے ہوا ہے، اس لیے اس میں دعوت وارشاد کے کام کو کئی طرح سے تقسیم کیا گیا ہے۔

اول:-طلبہ کی ۲۴ رگھنٹے کی جماعت ہر جمعرات کو علاقے کے کسی بھی گاؤں میں جاتی ہے اور جمعہ کو واپس آتی ہے اور عوام میں دعوت واصلاح

کا فریضہ انجام دیتی ہے، تاکہ طلبہ کا خود بھی دعوتی مزاج بنے اور عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچے۔

دوسرے:- ماہانہ تبلیغی جماعت کا جوڑ بھی ہوا کرے گا، تاکہ لوگوں کی جماعتیں آئیں اور کچھ نئی جماعتیں بھیجی جائیں اور ان کے سامنے دعوت وتبلیغ کے اصول بیان کئے جائیں۔

تیسرے:- سال میں تین چار پروگرام عام مسلمانوں کے لیے رکھے جائیں گے، جن میں اکابر علماء میں سے کوئی بھی ایک عالم تقریر کرے گا اور لوگوں کو قرآن وحدیث، سیرت نبوی اور تاریخ اسلامی کی روشنی میں سمجھائے گا اور دینی دعوت پیش کرے گا۔

چوتھے:- سال میں تین چار پروگرام برادران وطن اور غیر مسلم بھائیوں کے لیے کئے جائیں گے، جن میں اہم دانشور، مفکرین، اسکالر اور داعی حضرات آکر ان کو اسلامیات کے موضوع پر خطاب کریں گے اور پیام انسانیت دیں گے، اسلام کی ہمہ گیری اور پوری انسانی برادری کے لیے اس کو باعث رحمت ثابت کریں گے۔

مجلس صحافت اسلامیہ

یہ مجلس اس لیے قائم کی گئی تاکہ اس کے ذریعہ عربی، انگریزی، ہندی اور اردو میں دینی، اسلامی، فکری، دعوتی اور اصلاحی ماہنامے جرائد ومیگزین کی شکل میں نکالے جائیں، نیز انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی دعوت وفکر اور اس کے مشن کو پوری دنیا میں پہنچایا جاسکے، فی الحال اس شعبہ سے ایک مؤقر علمی واصلاحی اور دعوتی ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مارچ ۲۰۰۶ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اور ہر سال حج کے موقع پر حج سے متعلق ایک کتاب کی اشاعت کر کے حجاج کرام کو مفت تقسیم کی جاتی ہے اور بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے، امسال اس کی ۶ر ہزار کی تعدادی اشاعت ہوئی تھی۔

دارالبحوث والنشر

اس شعبہ میں عصری اسلوب میں حالات کے تقاضوں کے مطابق عربی، اردو، ہندی اور انگریزی وغیرہ میں بہت وقیع اور میعاری اسلامی لٹریچر اور دینی رسائل وپمفلٹ تیار کر کے شائع کیے جاتے ہیں، تاکہ تھوڑے وقت میں زیادہ معلومات، پیغام اور دعوت فکر وعمل پیش ہو سکے، علماء حق کی دینی، دعوتی، اصلاحی، فکری اور ادبی کتابوں کی اشاعت کی جاتی ہے، اس شعبے سے اب تک ۱۶ر کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔

شعبہ مطبخ

یہ شعبہ مرکز کے تحت چلنے والے اداروں جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں مقیم طلبہ وطالبات کے طعام وکھانے کے لیے قائم ہے، جس میں طلبہ وطالبات کی کثیر تعداد کا کھانا تیار کیا جاتا ہے، جس کے لیے مستقل ایک تجربہ کار باورچی ہے، جو دونوں وقتوں کا کھانا اور ناشتہ تیار کرتا ہے، مطبخ کے تحت ایک گودام ہے، جس میں مطبخ کے لوازمات غلہ، اناج، سبزیاں، دال وغیرہ ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔

کارگزاری

مرکز کے تحت چلنے والے جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں طلبہ اور طالبات کی ایک کثیر تعداد زیر تعلیم ہے، اس وقت اٹھارہ افراد پر مشتمل اسٹاف مرکز میں کام کر رہا ہے۔

۱- ساڑھے تین بیگہ آراضی خرید کر اس پر جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ کی دومنزلہ بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے جو ۲۴ر کمروں پر مشتمل ہے، جس میں چھ درسگاہیں، ایک دفتر، ایک لائبریری، ایک مہمان خانہ اور ۳ر اساتذہ کے کمرے اور ۱۲ر کمروں پر مشتمل ایک ہاسٹل تیار کیا ہے، ۴ر مزید درسگاہیں بنائی گئی ہیں اور ۷ر کمرے مختلف کاموں کے لیے تیار ہو گئے ہیں، اس طرح جامعہ میں کل ۳۵ر کمرے تعمیر ہو چکے ہیں، ایک شاندار مسجد تعمیر کر دی گئی ہے، پانی کی ٹنکی بنا دی گئی ہے اور چہار دیواری بھی کرا دی گئی ہے، مزید بارہ بیگہ زمین خریدی گئی ہے، جس کی قیمت ابھی تک ادا نہیں

کی گئی ہے، نیز امسال پانچ بچوں کا قرآن کریم ختم ہوا ہے۔

۲-لڑکیوں کے مدرسہ جامعہ فاطمۃ الزہراءللبنات کے لیے ایک بیگہ آراضی خرید کر اس پر ۱۹رکمروں اور ایک بڑے ہال پر مشتمل دومنزلہ بلڈنگ تعمیر کردی گئی ہے، جس سے امسال عالمات کا تیسرا بیچ فارغ ہوا ہے۔

۳-دارالبحوث والنشر کے تحت اب تک مندرجہ ذیل سولہ علمی، اصلاحی اور دعوتی کتابوں کی طباعت ہوچکی ہے۔

(۱) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (۲) مختصر تجوید القرآن (۳) رہنمائے طریقت (۴) اسلام میں پردہ کی اہمیت (۵) بخاری شریف کی آخری حدیث کے دوآب دارموتی (٦) تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۷) مقالات ومشاہدات (۸) الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا وأحکامہا (۹) چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (۱۰) جیب کی تجوید (۱۱) شرح نایاب اردو زبان کی پانچویں کتاب (۱۲) مکتوبات اکابر (۱۳) سفرحج کی مشکلات اوران کا ممکن حل (۱۴) یتیموں کی کفالت قرآن وحدیث کی روشنی میں (۱۵) فقہ حنفی کے مراجع اوران کی خصوصیات (۱٦) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے اصول وآداب۔

۴-مجلس صحافت اسلامیہ سے ایک دینی، دعوتی، علمی، ادبی، ثقافتی، فکری اور اصلاحی ترجمان ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مارچ ٦ ۲۰۰ء سے مسلسل شائع ہوکر مقبول ہورہا ہے، امسال اس شعبہ سے اردو، بنگالی اور گجراتی تینوں زبانوں میں حج کے مشاکل ومسائل سے متعلق ایک خصوصی نمبر ''سفرحج کی مشکلات اوران کا ممکن حل'' کے نام سے ٦رہزار کی تعداد میں شائع کرکے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں حجاج کرام کو مفت بذریعہ ڈاک بھیجا گیا تھا۔

فوری ضرورت

مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل اوران میں مزید جلا بخشنے وترقی کے لیے جن چیزوں کی فوری ضرورت ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ کی مستقل دومنزلہ عمارت جس میں بیک وقت ۳۰۰رطلبہ رہ سکیں۔

☆ جامعہ کی درسگاہوں کے لیے مستقل ایک عمارت ☆ جامعہ فاطمۃ الزہراءللبنات کی مستقل دومنزلہ عمارت کی تکمیل

☆ مرکز الامام ابی الحسن الاسلامی للبحوث والدعوۃ کی مستقل ۲رمنزلہ عمارت ☆ لائبریری کی مستقل عمارت اوراس میں کتابوں کی فراہمی

☆ مرکز کے تمام شعبہ جات کے لیے ایک مستقل عمارت ☆ ایک بڑے جنریٹر کی ضرورت ☆ علاقے کی لڑکیوں کو لانے کے لیے ایک موٹر وین کی ضرورت ☆ مطبخ کے لوازمات وضروریات۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں تشریف لانے والے علماء کرام

جنھوں نے مرکز کے تعلیمی وتعمیری پروگراموں کو دیکھا، طلبہ وطالبات کا تعلیمی معیار پرکھا اور مرکز کی ضروریات کو محسوس کرکے اپنے مشاہدات وتأثرات تحریر فرمائے۔

☆ مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ☆ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری ☆ حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ☆ حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری ناظم مظاہر علوم سہارنپور

☆ حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ☆ حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صدر جمعیۃ شاہ ولی اللہ پھلت ☆ حضرت مولانا محمد عمر صاحب سابق نائب مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

☆ حضرت مولانا قاری عبدالرؤف استاذ تجوید وقراءت دارالعلوم دیوبند ☆ حضرت مولانا محمد گوراصالح جی ندوی دربن

☆ حضرت مولانا حافظ محمد ایوب کاڈ واپورٹ شیپٹن

☆ جناب حضرت الحاج عبدالرحیم صاحب گومرا لوسا کا

☆ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مہتمم جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ

☆ جناب الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت دربن

☆ حضرت مولانا یحییٰ بام صاحب لنیشیا

☆ حضرت مولانا محمد منذر صاحب ندوی جامعہ اسلامیہ دارالقرآن سرخیز احمد آباد

☆ حضرت مولانا عبدالباری صاب ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

☆ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب انوری، احمد آباد

☆ حضرت مولانا محمد الیاس ندوی، سکریٹری مولانا ابوالحسن اکیڈمی بھٹکل

☆ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب ناظم کاشف العلوم چھٹمل پور

☆ حضرت مولانا محمد اختر صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

☆ حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مہتمم جامعۃ القراءات کفلیتہ سورت

☆ حضرت مولانا حکیم محمد عثمان صاحب قاسمی مقیم مدینہ منورہ

☆ قاری رکن الدین صاحب مقیم حال دبئی

☆ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب ملا ندوی بھٹکل

☆ حضرت الحاج ماسٹر محمد شفیع صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

☆ حضرت مولانا نعمت اللہ ندوی استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل

☆ حضرت مولانا محمد فرقان صاحب مدنی مہتمم جامعۃ القرآن بجنور

☆ طبیب حاذق حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری

☆ جناب الحاج شیخ خالد البدر مدیر عام جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری

☆ حضرت مولانا محمد عامر صاحب ندوی جمعیۃ الشیخ عبداللہ نوری

فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند

''مرکز احیاء الفکر الاسلامی''، مظفرآباد ضلع سہارنپور (یوپی) اپنے علاقہ کا ایک دینی، تعلیمی مدرسہ ہے، جو مقامی و بیرونی مسلمان بچوں کی دینی، تعلیمی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے، میری اصحاب خیر اور باہمت حضرات سے اپیل ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کا تعاون کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

سابق معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ و پروفیسر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

برادرم نوجوان فاضل مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی اپنی تصنیفات کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے تصنیف وتالیف اس وقت سے شروع کر دی تھی جب وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم تھے، وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے مخلص ترین شاگردوں میں سے ہیں، حضرت مولانا کی خدمت میں رہنے کا موقع بھی انکو ملا ہے، انہوں نے ایک مرکز ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے قائم کیا جس کے مقاصد میں دعوت الی اللہ کا کام سلف صالحین کے منہج خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے طریقے پر کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہوں نے ایک لڑکوں کا مدرسہ اور ایک لڑکیوں کا مدرسہ قائم کیا ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعہ دینی تعلیم اور عربی زبان اور اسلامی تہذیب وثقافت کو پھیلائیں، اس بات کے پیش نظر کہ مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی اپنے مدارس اور مرکز کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اصحاب خیر کے تعاون کے محتاج ہیں، میں اہل خیر حضرات سے امید کرتا ہوں کہ مولانا موصوف کا تعاون فرمائیں گے، اس لیے کہ وہ امانت دار مخلص آدمی ہیں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقاصد کو پورا فرمائے، مشکلات کو آسان فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، ضلع سہارنپور میں مجھے حاضری کا موقع ملا، یہ ایک علمی و دعوتی مقصد سے قائم کیا ہوا ادارہ ہے، جس کو عزیز مکرم مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی نے اپنی علمی و دینی جدوجہد کا مرکز بنایا ہے، یہ انہی کا قائم کردہ ہے اور وہ اس کے ذریعہ فکر اسلامی اور دعوت اسلامی کے مقاصد کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

مولوی صاحب موصوف کا جذبۂ عمل اور صحت فکر کو دیکھ کر بڑی توقع ہوتی ہے کہ اس ادارہ سے انشاء اللہ خیر کا بڑا کام انجام پا سکے گا اور چونکہ اس ملک کے صحیح اور مخلصانہ کردار کے ادارے عامۃ المسلمین کے تعاون سے ہی چلتے ہیں، اس لیے اس ادارہ کو بھی یہی راہ اختیار کرنا ہوتی ہے، اس طور پر اس کو اہل خیر حضرات کے تعاون کی بھی ضرورت ہے، میں دعاء گو ہوں کہ یہ ادارہ دین وفکر اسلامی کی خدمت بطریق احسن واکمل انجام دے اور قبول حاصل کرے، آمین

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تصدیق کی جاتی ہے کہ برادرم فاضل مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ وہ دعوت وتبلیغ اور مسلمان لڑکے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

مجھے اس مرکز کی زیارت اور اس کے تعلیمی پروگرام میں شرکت کی اور لڑکیوں کے ادارے جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کو دیکھنے اور طالبات کی تعلیمی سرگرمیوں پر مطلع ہونے کا موقع ملا ہے اور اس سلسلہ میں مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی جو جدو جہد اور کوشش کر رہے ہیں، ان کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس لیے میں ان کو صحیح العقیدہ اور مخلص انسان سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ اہل خیر حضرات اور رفاہی اداروں کے ذمہ داران کی توجہ وعنایت کے مستحق ہوں گے، اس لیے کہ وہ اپنے اس اسلامی پروگرام میں مسلمانوں کے تعاون کے محتاج ہیں، بے شک اللہ تعالی محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ دور پر آشوب ہے، نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، اہل زیغ وضلال کی بن آئی ہے، یہ جدید ترین وسائل سے لیس ہے، اپنے غلط عقیدے اور منحرفانہ افکار کو پوری طاقت کے ساتھ پھیلا رہے ہیں، ان کے مقابلہ میں صحیح العقیدہ، راسخ العلم اور صحت مند فکر کے حامل علماء کی بہت کمی ہے، اگر ہیں بھی تو وہ یا تو گوشہ گیر ہیں یا کوتاہ قلمی کا شکار، ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اہل قلم اور اہل فکر میدان عمل میں قدم رکھیں اور اس سیلاب بلا خیز کا مقابلہ کریں اور جو کچھ ان کی حوصلہ مند طبیعتوں اور پرعزم ارادوں سے ہو سکے کوتاہی نہ کریں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے ایک باہمت، حوصلہ مند نوجوان فاضل مولوی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی سلمہ اللہ تعالی ونفع بہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور اپنے بزرگوں کے مشورہ اور سرپرستی میں ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' مظفر آباد سہارنپور کی داغ بیل ڈالی ہے، جس کے لیے اللہ کے بندے نے ایک قطعہ اراضی بھی وقف کر دیا ہے، جن بلند مقاصد کو لے کر انھوں نے کام شروع کیا ہے، اللہ تعالی اس میں ان کی غیب سے مدد فرمائے اور اہل خیر کو توفیق دے کہ ان کا ہر طرح تعاون کریں، یہ وقت کا تقاضہ بھی ہے اور وقت کا جہاد بھی۔ "اللھم وفقنالماتحبه وترضاه وھو نعم المولی ونعم النصیر"۔

حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی صدر جمعیۃ شباب اسلام لکھنؤ

تصدیق کی جاتی ہے کہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد ضلع سہارنپور ایک دینی، تعلیمی اور دعوتی ادارہ ہے، جس کو مولوی مسعود عزیزی ندوی نے قائم کیا ہے، مجھے مرکز کو دیکھنے کا موقع ملا ہے، جس کے مقاصد میں اسلامی کتب اور دعوتی پمفلٹ کو مختلف زبانوں میں شائع کرنا اور مسلمانوں کے درمیان دینی تعلیم کی اشاعت کرنا ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ایک لڑکوں کا مدرسہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور دوسرا لڑکیوں کا مدرسہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات بھی قائم کیا ہے، وہ اپنے ان کاموں میں مسلمانوں کے تعاون کے مستحق ہیں، تاکہ وہ اپنے تعلیمی اور دعوتی پروگراموں کو پورا کر سکیں۔

اللہ تعالی موصوف کو اسلام اور مسلمانوں کے خیر کے کاموں کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آج مورخہ ۱۵؍ستمبر ۲۰۰۵ء مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں حاضری ہوئی، پہلی مرتبہ اس علاقہ میں کسی مدرسۃ البنات میں بخاری شریف کے ختم کے اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہو کر بے پناہ مسرت ہوئی اور ان سب کاموں کے روح رواں مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی سلمہ اللہ ورعاہ کی انتھک کوششوں کے لیے دل سے دعائے خیر نکلی، اللہ تعالیٰ آئندہ ان کی عمر میں برکت عطاء کرے اور ان کے مساعی میں بیش از بیش روز افزوں ترقیات نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب مقیم خانقاہ رحیمی رائے پور

مجھے یہ تحریر کرتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ قصبہ مظفر آباد، ضلع سہارنپور میں ایک دینی، دعوتی، اصلاحی فکری وتربیتی اور تعلیمی ادارہ ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' اکابرین کی سرپرستی میں قائم کیا گیا ہے، اس کے بانی عزیزم محترم مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ہیں، یہ اپنی نوعیت کا ایک مثالی ادارہ ہے، جس کے مقاصد بہت ہی جلیل اور عظیم الشان ہیں، اس مرکز کے تحت ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' اور دوسرے کئی دعوتی شعبے چل رہے ہیں، مرکز میں طلبہ وطالبات کی ایک کثیر تعداد زیر تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ مرکز کو قبول فرمائے اور اس کی تعمیر وترقی میں چار چاند لگائے۔

اہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ مرکز کا ہر طرح کا تعاون فرمائیں اور اپنے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

آج مورخہ ۱۹؍ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۰۵ء بروز شنبہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور جامعہ فاطمۃ الزہراء میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، جامعہ فاطمۃ الزہراء میں بچیوں کے مختصر پروگرام میں بھی شرکت کا موقع ملا، ان کی اردو وعربی تقریروں کو سن کر اندازہ ہوا کہ بچیوں کا تعلیمی معیار بہتر ہے، مرکز کو دیکھ کر اور اس کے اساتذہ وطلبہ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی، طلبہ پر تعلیم وتربیت کے آثار نمایاں تھے، اساتذہ نہایت بااخلاق تھے، مرکز اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے اندر علمی اور دینی صلاحیت کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیت بھی علی وجہ الاتم موجود ہے۔

حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

چند سال قبل ہمارے علاقے کے موضع مظفر آباد، ضلع سہارنپور میں عزیزم مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے نام سے دینی تعلیمات کا سلسلہ شروع کیا تھا، الحمد للہ اس مرکز کے تحت جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کے نام سے دو مدرسے دینی تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ تعمیر کا سلسلہ بھی الحمد للہ جاری ہے اور مرکز کی متعدد عمارات زیر تعمیر ہیں اور انہی میں بنین اور بنات کی تعلیم بھی جاری ہے، احقر کو مدرسہ میں حاضری کا موقع ملا ہے، دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اراکین مدرسہ کو ان کے تمام تعلیمی اور تعمیری پروگراموں میں کامیابی عطا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

جناب الحاج شیخ خالد البدر مدیر عام جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری

ومولانا محمد عامر ندوی رئیس قسم المشاریع جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری

امابعد! میں نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی کو دیکھا اس کے تحت دو مدرسے چل رہے ہیں، ایک مدرسہ لڑکوں کا جس میں طلبہ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں، دوسرا لڑکیوں کا جس میں میں نے ایسی چیز سنی اور ایسی چیز کا مشاہدہ کیا جو اپنے مدارس کے سفر کے دوران نہیں دیکھی اور وہ طالبات کا قرآن کریم کی سورۃ کا اس انداز پر تلاوت کرنا ہے کہ ایک طالبہ قرآن کریم کی آیات تلاوت کرتی ہے دوسری طالبہ اس کا انگریزی میں ترجمہ کرتی ہے اور تیسری اس کا اردو میں ترجمہ کرتی ہے اور ایک طالبہ عربی میں بے جھجک طلاقت لسانی کے ساتھ تقریر کرتی ہے، اس پر میں فاضلہ بہن مدرسہ کی پرنسپل صاحبہ اور دوسری بہنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ لڑکیوں کے ساتھ ایسی محنت کررہی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ندوی جنرل سکریٹری مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل

امابعد! آج مورخہ ۴؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴؍مارچ ۲۰۰۷ء بروز سنیچر مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد سہارنپور یوپی میں بسلسلہ تقسیم انعامات مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل وجلسہ اصلاح معاشرہ کے لئے اپنے مؤقر رفقاء کرام کے ساتھ شرکت کا موقع ملا، جلسہ ماشاء اللہ بڑا کامیاب رہا، حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی جو ماشاء اللہ بڑے خلیق اور بڑی خوبیوں کے مالک ہیں، اس کے ذمہ دار ہیں، اور انہی کے اشراف میں یہ مرکز بخوبی چل رہا ہے، بچوں اور بچیوں کے لیے الگ نظم پھر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' پرچہ جو ماشاء اللہ معیاری اور سلیقہ سے تسلسل کے ساتھ نکلتا ہے، یہ سب ان کی اور ان کے رفقائے کرام کی بہترین کاوشیں اور محنتیں ہیں، طلبہ اور طالبات نے اپنے پروگرام بھی پیش کئے جو یقیناً اساتذہ کرام کی محنت کے بین ثبوت تھے۔

اس جنگل کو ان حضرات نے اپنی جانفشانی سے یقیناً منگل کردیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس سرزمین کو بقعۂ نور بنادے، یہاں سے دور دور تک اس کی روشنی پھیلے اور اطراف واکناف ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں اس کے آثار نمایاں ہوں، اور ہر طرح کے شر وفتن سے محفوظ رکھے، اور مخلصین کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

مخلصانہ اپیل

ملت کے اصحاب خیر دردمند حضرات سے گذارش ہے کہ اکابرین اور بزرگوں کی ان تصدیقات ومشاہدایت اور تأثرات وتائیدات کی روشنی میں مرکز کی مذکورہ بالا تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فوری طور پر ایک خطیر رقم کی ضرورت ہے، اس لیے آپ حضرات سے مرکز اور اس کے تحت چلنے والے اداروں جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات وغیرہ کو اپنے خصوصی وعمومی ہر طرح کے تعاون سے نوازکر مرکز کی تعمیری وترقی اور اسلامی فکر کی نشر واشاعت اور قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ میں حصہ لیں اور دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوں۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح کا تعاون فرمائیں گے اور ادارہ کے ماہانہ یا سالانہ ممبر بن کر حسب استطاعت امداد فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دنیا وآخرت میں سرخروئی وکامیابی عطا فرمائے۔

الداعی المخلص

محمد مسعود عزیزی ندوی ناظم مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور، ۲۴۷۱۲۹ - یوپی (الہند)

فون: 0132-2775452 موبائل 9719831058 فیکس 0132-2647149

Email. masood_azizinadwi@yahoo.co.in

Markazu Ihyail Fikril Islami ,A/C No.30416183580,S.B.I-Nuqoosh-e-Islam,30557882360,S.B.I